ماہنامہ

دلیل راہ

لاہور

ستمبر 2008ء ۔ رمضان المبارک 1429ھ

نور چشم رحمۃ للعلمین
آں امام اولین و آخرین
بانوئے آں تاجدار هل اتی
مرتضیٰ ، مشکل کشا، شیر خدا
مزرع تسلیم را حاصل بتولؑ
مادران را اسوۂ کامل بتولؑ

مدینہ

Nafse Islam
WWW.NAFSEISLAM.COM

مدینہ سب زمیں کا آسماں ہے
مدینہ، مرکزِ آرامِ جاں ہے
جہاں جھکتے ہیں سر اہل جہاں کے
مری سرکار کا وہ آستاں ہے
کروڑوں مانگنے والے ہیں بے شک
سخی ہر اک پہ یکساں مہرباں ہے
مدینے پاک کے ذرے ہیں ایسے
بچھی جیسے زمیں پر کہکشاں ہے
خموشی سے بہے جاتے ہیں آنسو
عجب دیکھا مدینے میں سماں ہے
خضرؔ افضل تریں سارے جہاں سے
بتول و مرتضیٰ کا دُودماں ہے

پیر سید خضر حسین چشتی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قلندری سے جوہر ہوا آشکار

تیرگی حالات نے اب یہ سوچیں عام کر دی ہیں کہ اربابِ سیاست سے پوچھا جائے کہ وہ اُمہ اور اسلامی ممالک کو کہاں اور کس طرف لے جا رہے ہیں۔ صاف فیصلوں کی اصابت اور توانائی ہی اُمہ کے کارواں کو صحیح جانب لے جا سکتی ہے۔ پوری اسلامی دنیا میں حالات نے مسلم سیاست دانوں کا نالائق ہونا ثابت کر دیا ہے، یہ لوگ کاغذی قائد ہیں، دماغ اور حیات کے بغیر موم کے مجسمے ہیں، جن امراض نے مغربی دنیا کو اندر سے کھوکھلا کر دیا تھا اسے یہ بے سمجھ مخلوق اپنی بیماریوں کا دار و تصور کیے ہوئے ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں بنوامیہ کی لادین سلطنت سے لے کر آج تک سیاست دانوں نے کوشش یہی کی کہ دین و مذہب کو ریاست سے جدا کر دیا جائے اور اللہ کی زمین کو حجام کی دکان بنا دیا جائے، جہاں مذہبی بصائر کا تذکرہ درست نہ ہو۔ چندلوگوں کو مستثنیٰ کر دیا جائے تو بھی مسلمان حکمرانوں کا رجحان یہی رہا کہ وہ اپنے لیے غلامی کی زنجیریں خود تخلیق کرتے ہیں۔ کفار کے سامنے یہ لومڑیاں بنے ہوتے ہیں اور آپس میں دیکھو تو باہم دست و گریباں نظر آتے ہیں۔ ان میں سے بعض تو ڈکاریں بھی امریکی لیتے ہیں اور بعضوں نے بے غیرتی کے ساتھ فکری رشتے زمانے کے فراعنہ اور یزیدوں سے جوڑ رکھے ہیں۔ اب تو یہ ادراک ہو جانا چاہیے کہ جب بھی مسلمانوں نے سیاسی عروج کو دینی تقویٰ وطہارت سے جدا کر کے مادی اصولوں پر استوار کرنے کی کوشش کی ہے، معاشرہ سماجی اور معاشی ہر لحاظ سے اضمحلال کا شکار ہوا اور ریاستی قہرمانیاں بھی تاریخی ذلتوں کی صورت اختیار کر گئیں۔ شہنشاہ ایران کا جو حشر ہوا کیا وہ سبق سکھانے کے لیے کافی نہیں۔ بابر عیش کوش کے نعرے لگانے والے لاشئی ہو گئے۔ اکبر معظم نے ادیان کا ملغوبہ بنانے کی جو شیطانی کوشش کی پردہ عزت سے ایسا غائب ہوا کہ نشان عبرت ہو گیا۔

آج بھی ہمارے ریاست بانوں کی فکری خطا المیہ بنتی جا رہی ہے کہ وہ قہرمانی طاقت کا سرچشمہ طاغوتی عناصر اور عوامل کو قرار دے رہے ہیں۔ پرویز مشرف نے حدود ایسی آئینی شقوں کا جو مذاق اڑایا۔ مغربی فتنہ گر عورتوں کے ساتھ رقص و عیش کو جواز اور شاباش کے عطیے دیئے۔ لادینیت کے بیج دلوں کی پاکیزہ سرزمین میں بونے کی سعیٔ ناپاک کی۔ اب زرداری کا رخ بھی مغربی بدنہادوں ہی کی طرف ہے۔ ہمارا نظام تعلیم برباد کر دیا گیا ہے، ہم مسلم ریاستوں میں مغربی شہری پیدا کر رہے ہیں۔

حاشا و کلّا ہم بالکل بھی یہ نہیں سمجھتے کہ بدطینت مسلم حکمران اسلام کی عزت کا نشان ہیں۔ اسلام تو ایک نظریہ، ایک عمل، ایک تحریک اور عقائد اور اصول و اعمال کا مجموعہ ہے۔ دنیا میں جب بھی ایک مسلم

ریاست نہ تھی، رجال اُمت نے اس دین کی حفاظت کی ہے۔ شہادتوں کے جام نوش کر کے درخشندہ کارناموں سے افق حیات کو رونق بخشی ہے، بلکہ اگر یہ کہا جائے تو تاریخی تجربوں کی روشنی میں بے جا نہ ہوگا کہ مسلمان جب بھی مادی شاہراہ پر تیز تر چلے ہیں اسلامی قدریں روبہ زوال ہوئی ہیں اور مادی حکومتیں جب بھی زوال کا شکار ہوئیں تو دینی لحاظ سے اسلامی معاشرہ نسبتاً بہتر ہوگیا۔ ہمارے نزدیک اس کی وجہ ظاہر ہے خلافتِ راشدہ کے بعد چند نیک دل حکمرانوں کو چھوڑ کر شریعت اور حکومت کی مطابقت اور موافقت کم ہوئی ہے۔ اس دین کی حفاظت کا کام مشائخ عظام، نیک دل علماء اور جذبوں سے سرشار عوام نے کیا ہے۔

وہ لوگ جو دین اسلام کا درد رکھتے ہیں۔ شریعت مطہرہ کی بالادستی دل و جان سے تسلیم کرتے ہیں۔ اصول و فروع کا مرجع قرآن تصور کرتے ہیں اور حضور ﷺ ہی کی ذات کو امام کائنات تسلیم کرتے ہیں انہیں سر جوڑنا چاہیے۔ حکمرانوں کے ہاتھوں کی طرف دیکھنا چھوڑ دینا چاہیے، وہ تو دین دار طبقہ کے ساتھ بیٹھنے کے بھی روادار نہیں۔ علماء ان کے دروازوں پر رلتے ہیں اور وہ فرعون بنے کسی کی پرواہ تک نہیں کرتے۔ اسلام کی بقا اور ترقی کے لیے دردمند مسلمانوں کو خود ہی سوچنا ہوگا۔

ایک مغربی مفکر نے بجا طور پر یہ بات لکھی:

> کہ مسلمانوں کے سیاسی زوال کے ساتھ ان کے معاشرے میں دینی کمزوری نہیں پیدا ہوئی بلکہ ایک خاصی مدت سے حکومت اور شریعت جدا جدا ہوگئیں ہیں۔ محسوس تو یہ ہوتا ہے کہ مسلمانوں کے سیاسی زوال نے ان کے دینی معاشرے کے اندر تازہ روح پھونکی ہے۔

اس وقت ہماری حکومتوں کی مدد کے ساتھ جو کچھ ہو رہا ہے اس کا نقشہ یہ ہے:

۱۔ اسلامی شعائر کا مذاق اڑایا جا رہا ہے۔
۲۔ فحاشی اور عریانیت کے سیلاب سے مسلم نوجوانوں سے غیرت اور عزت سب کچھ چھینا جا رہا ہے۔
۳۔ تمام دنیا سودی نظام میں جکڑ لی گئی ہے۔ اسلامی برادری مکمل یہ سوچ چکی ہے کہ سودی لین دین کے سوا معاشرہ چل ہی نہیں سکتا۔
۴۔ بے کاری اور بے خواری علامتی نشان بن چکے ہیں۔
۵۔ اسلامی درسگاہوں کو کمزور کیا جا رہا ہے۔
۶۔ عادات میں عورتوں کو مرد اور مردوں کو عورتیں بنایا جا رہا ہے۔
۷۔ اسلام کے قطعی مفاہیم اور تعلیمات پر وسوسہ زنیاں کرنے کے لیے کرائے کے مفکر حاصل کر لیے گئے ہیں۔
۸۔ الیکٹرانک میڈیا کے ذریعے فتویٰ، بحث، تجزیہ اور تبصرہ کے نام پر اسلامی اقدار کو کمزور کرنے کا ایک طوفان بپا کر دیا گیا ہے۔
۹۔ تجارت میں لوٹ کھسوٹ جاری ہے۔ ممالک اسلامیہ میں کوئی معاشی نظام نہیں۔
۱۰۔ ریاستی قتل اور مظلوم جانوں کا ضیاع جاری ہے۔
۱۱۔ عبادت گاہیں اور مسجدیں سینہ زوری سے گرائی جا رہی ہیں۔ لاہور میں ایک افسر نے محض ضد سے اللہ کا گھر منہدم کیا۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

۱۲۔ جنسیت اور بدنی آوارگی تجارت بن چکی ہے۔
۱۳۔ آئین اور قانون مادری اور پدری ورثہ سمجھا جاتا ہے۔ جب چاہو بحال اور جب چاہو معطل۔
۱۴۔ دہشت گردی، انارکی اور ڈکیتیاں دھندا سمجھا جانے لگا ہے۔
۱۵۔ مکروہ قانون سازیوں سے مسجدوں کے خطبوں پر پابندیاں لگائی جارہی ہیں۔
۱۶۔ قوم کی اخلاقی اور عمرانی تربیت ہدف ہی نہیں سمجھا جاتا۔
۱۷۔ ملک میں نظامِ عدالت مفلوج ہو چکا ہے۔
۱۸۔ مملکت اندھیرے میں ڈوبی پڑی ہے۔ دیوں کا دور گویا آچکا ہے۔
۱۹۔ بھوک اور افلاس نے اولاد فروشی پر لوگوں کو مجبور کر دیا ہے۔
۲۰۔ پولیس کے لئے اخلاقی قدریں بے کار محض ہیں۔
۲۱۔ ملک میں جنگل کا قانون جاری ہے۔

غیور مسلمانو!

اسلامی معاشرہ بپا کرنے کے لیے آپ کو خود ہی کچھ کرنا ہوگا، زمین کی تقدیر بدلنے کے لیے شیخ سعدی کا نسخہ استعمال میں لانا ہوگا:

تو کارِ زمین رانکو ساختی
کہ باآسمان نیز پر داختی

دینی انقلاب کے لیے ضروری نہیں کہ جب تک وزارتوں کے قلمدان تمہارے ہاتھ نہ لگیں کارِ خیر ممکن نہیں۔

اقبال نے بڑی خوبصورت بات کہی تھی:

سبب کچھ اور ہے تو جس کو خود سمجھتا ہے
زوال بندۂ مومن کا بے زری سے نہیں
اگر جہاں میں میرا جوہر آشکار ہوا
قلندری سے ہوا ہے تونگری سے نہیں

مسلمانوں کی تاریخ کا ایک مجذوب گذرا، اُسے بہلول دانا کہا جاتا ہے۔ آج آپ غزنی کی ایک پہاڑی پر آسودہ ہیں لیکن جب زندہ تھے ایک مرتبہ بڑے لوگوں کی قبروں پر جا کھڑے ہوئے اور چیخے:

اموالکم قسمت

دیارکم سکنت

نساؤکم زوجت

مال تمہارے تقسیم کر دیے گئے---------

تمہارے مکانوں میں تو اور لوگ

آباد ہو گئے---------

اور تمہاری بیویوں سے دوسرے

خاوندوں نے شادیاں کرلیں
کہتے ہیں بہلول کو ایک قبر سے غیبی آواز سنائی دی
تو نے سچ کہا:
جو ہم نے کھایا تھا وہ دنیا ہی میں رہ گیا......
جو مال اکٹھا کیا وہ نقصان ہی نقصان تھا
کاش دنیا کی رونقوں میں قبر کی ویرانی یاد کر لیتے:
آؤ قرآن حکیم کی روشنی میں
ہم کچھ سوچ لیتے
وَكَاَيِّنْ مِّنْ اٰيَةٍ فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ
يَمُرُّوْنَ عَلَيْهَا وَهُمْ عَنْهَا مُعْرِضُوْنَ (یوسف:۱۰۵)
زمین اور آسمان میں کتنی ہی ایسی
نشانیاں ہیں جن سے یہ لوگ منہ پھیر کر
گذر جاتے ہیں---------

اے میرے اللہ
اے میرے الہ
اے مجھے رحمت عالمیاں کا راستہ بتانے والے
میرے لیے ان کی راہوں پر چلنا آسان فرما دے۔
آمین یا ربّ العلمین بجاہ رحمتہ اللعلمین
والصلوۃ و والسلام علیہ والہ الطاهرین و اصحابہ اجمعین

سید ریاض حسین شاہ
سید ریاض حسین شاہ

Nafseislam
نفس اسلام
WWW.NAFSEISLAM.COM

حرف حرف روشنی

سید ریاض حسین شاہ قرآن مجید و فرقان حمید کی تفسیر "تبصرۃ" کے عنوان سے تحریر کر رہے ہیں۔ ان کا اسلوب نگارش منفرد اور دیگر مفسرین سے مختلف بھی ہے اور دلچسپ بھی۔ انداز بیان سادہ اور دلکش ہے جس میں رموز و معانی کا سمندر موجزن ہوتا ہے۔ ذیل میں ہم قارئین کی دلچسپی کے لیے سورہ ویل کی تفسیر پیش کر رہے ہیں (ادارہ)

سید ریاض حسین شاہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَیْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةِۙ ﴿۱﴾ الَّذِیْ جَمَعَ
مَالًا وَّعَدَّدَهٗۙ ﴿۲﴾ یَحْسَبُ اَنَّ مَالَهٗۤ اَخْلَدَهٗۚ ﴿۳﴾
كَلَّا لَیُنْۢبَذَنَّ فِی الْحُطَمَةِ٘ۖ ﴿۴﴾ وَمَاۤ اَدْرٰىكَ مَا
الْحُطَمَةُؕ ﴿۵﴾ نَارُ اللّٰهِ الْمُوْقَدَةُۙ ﴿۶﴾ الَّتِیْ تَطَّلِعُ
عَلَى الْاَفْـِٕدَةِؕ ﴿۷﴾ اِنَّهَا عَلَیْهِمْ مُّؤْصَدَةٌۙ ﴿۸﴾ فِیْ
عَمَدٍ مُّمَدَّدَةٍ۠ ﴿۹﴾

بربادی ہے ہر اُس شخص کے لئے جو رو برو عیب جوئی کرے اور پیٹھ پیچھے بدی کرے (۱) ایسا شخص جس نے مال جمع کیا اور اُسے گن گن کر رکھا (۲) وہ گمان یہ کرتا ہے کہ اُس کا مال اُس کی بقا کا سبب بن جائے گا (۳) ہرگز نہیں وہ بکھیر کر رکھ دینے والی میں ضرور پھینک دیا جائے گا (۴) تم کیا جانو کہ وہ بکھیر کر رکھ دینے والی چیز کیا ہے (۵) وہ اللہ کی بھڑکائی ہوئی آگ ہے (۶) وہ آگ جو دلوں پر جا چڑھے گی (۷) یقیناً وہ اُن پر بند کر دی جائے گی (۸) وہ یوں پھیلے گی جیسے لمبے لمبے ستون ہوتے ہیں (۹)

ایٹمی آگ کا تشریحاتی اعجاز

سورہ ''ویل'' کا نزول مکہ شریف میں ہوا۔ سائنسی ادراکات پر مشتمل نو آیات کا گنجینہ ہے۔

Nafse Islam
WWW.NAFSEISLAM.COM

یہ سورہ عظیمہ مفسرین کے ہاں دو ناموں سے مشہور ہے۔ایک ''ھمزہ'' اور دوسرا ''ویل'' جمہور نے پہلا نام ہی نقل کیا ہے۔

مکہ شریف کا وہ دور جب اسلامی تحریک کی اساسی دعوات ہر زاویے سے کھل کر سامنے آگئیں۔کفر، شرک اور ڈھٹائی کے علمبردار مزاحمت اور کشمکش میں جنونی بن گئے۔معاشرہ اخلاقی رذالتوں کی آماجگاہ بن گیا۔زر پرستیوں نے روحانی اقدار کے چمن اجاڑ دیے۔سنگین اور وحشیانہ سماجی رویوں نے شر اور شرارت کی حوصلہ افزائی دستور بنالیا۔مال اور زر کی تجوریوں پر قابض رذیل لوگ خالی ہاتھ لوگوں کا مذاق اڑاتے، خود پسند، حیلہ گر دولت کے نشیے دوسروں کی تحقیر اور عیب چینی سے نفسانی لذت حاصل کرتے، یہ تھا وہ ماحول جس میں سورہ ھمزہ نازل ہوئی۔

اس سورت کے آغاز میں اخلاقی برائیوں کی شدید مذمت کی گئی۔ایسا معاشرہ جس میں حضور ﷺ ایسی عظیم ہستی کی قدر نہ کی جاتی ہو اور آپ کی روحانی اور سماجی اصلاح کی دعوت کا مذاق اڑایا جاتا ہو تو اس معاشرہ میں اور کون بچا ہوگا۔گھناؤنے کردار کے گھٹیا علمبرداروں کے لئے یہ سورة تازیانہ بن گئی۔الفاظ کی تندی اور اسلوب کی تیزی نے بدکردار لوگوں کا انجام ان کے سامنے رکھ دیا۔انسانی سطح پر سورہ ھمزہ اخلاقی محاسن کی پھلواری بن کر مشامِ سیرت کو معطر کرنے لگ گئی۔

سورت کا آغاز طعنہ زنی اور غیبت کرنے والوں اور چغلی کھانے والوں اور عیب چینی کرنے والوں کے لئے ہلاکت اور بربادی کی خبر سے ہوتا ہے اور اس سورت کے دوسرے حصے میں مال جمع کرنا، گننا، اس کے شغف میں مبتلا ہو جانا اور اس بدعقیدگی کا شکار ہو جانا کہ مال و زر ہمیشہ رہنے والی چیزیں ہیں۔قرآن حکیم اخلاقی عظمتوں اور سماجی رذالتوں کا ایک معیار دے دیتا ہے۔یہاں قرآن کی دعوت ایک مصلح کا خطبہ بن کر روح کی گہرائیوں میں اتر جاتی ہے۔سورت کا تیسرا اور آخری حصہ آتش جہنم کی ہولنا کی بیان کرتا ہے کہ جہنم کی بھڑکتی ہوئی آگ ہر شئے سے پہلے دلوں پر مسلط ہو جائے گی۔وہ دل جو کبر و نخوت کا مرکز بنے ہوئے تھے۔قرآن مجید کی صداقت بیانی کہ آگ کا نقشہ کھینچتے ہوئے فرمایا کہ یہ آگ ان پر دربستہ صورت میں ہوگی۔دوامی اور طولانی ستونوں کی شکل میں ہوگی۔

قرآن مجید کی یہ سورت آج سے سوا چودہ سو سال پہلے ایٹمی جہنم کی پیشین گوئی کر رہی ہے۔کتاب مجید کا یہ زبردست اتمام حجت آنکھیں کھول دینے والا ہے آج کا انسان اس ہولناک منظر کو زیادہ سمجھنے سے قریب ہے۔

حضور ﷺ نے سورت کے مضامین اٹھاتے ہوئے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا تھا:

''مومن سمجھدار، محتاط، ذہین، ثابت قدم، جلدی نہ کرنے والا، پرہیزگار، جاننے والا ہوتا ہے جبکہ منافق منہ پر اور پیٹھ پیچھے عیب چینی کرنے والا گٹھڑی اٹھانے والا جیسے راتوں کو لکڑیاں چننے والا ہوتا ہے جانتا نہیں، کہاں سے کمایا اور کہاں خرچ کیا''۔

مفسرین نے سورہ ھمزہ کا شان نزول بیان کرتے ہوئے لکھا کہ یہ سورت اخنس بن شریق یا ولید بن مغیرہ کے حق میں نازل ہوئی اور حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ سورت کے مضامین کو عام شخص کے لئے لیتے تھے جس میں متذکرہ عیوب ہوں۔اسماعیل حقی نے اسی کو زیادہ صحیح لکھا ہے۔

سورہ ھمزہ سے پہلے سورہ عصر تھی۔دونوں سورتوں میں وجہ ربط یہ ہے کہ سورہ عصر میں کہا گیا تھا کہ انسان خسارے میں ہے اب سورہ ھمزہ میں یہ بتا دیا گیا کہ کن عیوب اور خرابیوں کی وجہ سے انسان خسارے میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

ربط کا دوسرا قرینہ یہ ہے کہ پہلی سورت میں ایمانی اور اسلامی معاشرہ کے چار اوصاف بیان ہوئے تھے اور اس سورت میں مادی معاشرہ اور سوسائٹی کی علامتیں بیان کی گئیں کہ سماج کیسے زوال کا شکار ہوتا ہے۔

ربط کی تیسری وجہ یہ ہے کہ پہلی سورت میں التزام حق، صبر، ایمان اور اعمال صالحہ اختیار کر کے تزہید فی الدنیا کا درس دیا گیا تھا اب اس سورت میں مال جمع کرنے اور زر پرستی کو مسلک حیات قرار دینے پر تخویف اخروی کا درس دیا گیا ہے۔

ربط کا چوتھا قرینہ یہ ہے کہ پہلی سورت کے آخر میں ''صبر'' کو مکارم اخلاق میں اعلیٰ مقام دیا گیا تھا اور اب اس سورت میں صبر نہ ہونے کے جو اثرات شخصیت پر مترتب ہوتے ہیں انہیں بیان کیا گیا **واللہ اعلم باسرار کلامہ**۔

جد امجد نے جامع البیان میں حضرت امام جعفر صادق ؓ کا ایک قول نقل فرمایا ہے کہ جو شخص سورہ ھمزہ فرض نمازوں میں تلاوت کرے گا فقیج اور بری موت سے اللہ اسے محفوظ رکھے گا۔ **واللہ اعلم بالصواب**

کمالین میں ہے کہ جو شخص سورہ ھمزہ پڑھے گا اللہ اسے اتنا ثواب عطا فرمائے گا جو حضور ﷺ اور آپ کے اصحاب کے ساتھ مذاق کرنے والوں سے دس گناہ زیادہ ہوگا۔

واللہ اعلم بالصواب

وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةٍ ﴿۱﴾

"بربادی ہے ہر اُس شخص کے لئے جو روبرو عیب جوئی کرے اور پیٹھ پیچھے بدی کرے"

ویل

امام فخر الدین رازی فرماتے ہیں یہ لفظ مذمت اور اظہارِ غضب کے لیے ہے ایسا شخص جو کرب، تکلیف اور مصیبت میں گرفتار ہو وہ "ولولہ" میں کہتا ہے۔ "وی لفلان "یعنی فلاں کے واسطے والے ہے، پھر یہی لفظ زبان زد عام ہونے کی وجہ سے ویل ہوگیا۔

یہ مصدر جامد ہے جس کا کوئی فعل نہیں راغب نے یہی لکھا۔ زبیدی نے اس لفظ کا معنیٰ عذاب اور بدانجامی کا شکار ہو جانا لکھا۔ قرآن مجید نے اسے رسوائی، تباہی اور ہلاکت کے معنوں میں استعمال کیا ہے ایک آدھ مقام پر شرم اور تعجب کے ملے جلے جذبات کے لئے بھی یہ کلمہ قرآن حکیم میں لایا گیا۔

امام ترمذی کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ ویل ایک غار ہے جس میں منکر حق مدت دراز تک گرتا چلا جائے گا۔

مفسرین نے یہ بھی لکھا کہ ویل جہنم میں ایک پہاڑ کا نام ہے۔

لفظ همزہ کی تشریح:

همز کا لغوی معنٰی توڑنا ہوتا ہے۔ دھکا دینا، کچوکہ دینا اور کاٹ کھانا بھی، اس لفظ کی معنویت میں شامل ہیں دوستوں میں جھگڑا ڈالنے اور جماعت میں تفریق پیدا کرنے والے شخص کو ھامز کہتے ہیں۔ "همزہ" مبالغے کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ اصل میں "مہماز" لوہے کی نوکیلی چیز کو کہتے ہیں جو سوار کے جوتے میں لگی ہوتی ہے اسی سے وہ اپنی سواری کو کچوکا مار کر تیز دوڑاتا ہے۔ ابن فارس نے دبا کر نچوڑنا بھی اس کا مطلب لکھا ہے۔ وہ شخص جسے ہر جگہ خرابی ہی خرابی نظر آئے ھامز ہوگا۔ عیب چینی کرنے کا مفہوم بھی اس لفظ کی تشریح میں شامل ہے۔

لمزہ کا اساسی معنٰی

لمزہ "لمز" سے ہے اور یہ لفظ غیبت کرنے اور عیب جوئی کے لئے استعمال ہوتا ہے اصل میں آنکھ، سر اور ہونٹوں سے اشارا کرنا اور خفیہ بات کرنا جس سے مذاق اڑانا مقصود ہو لمز کہلاتا ہے دوستوں کو دوستوں کے خلاف بھڑکانا، چغلخوری کرنا الزامات دھرنا بھی لمز ہے۔

همزہ اور لمزہ کا تفسیری مصداق:

مفسرین کا ایک طبقہ دونوں لفظوں کا ایک ہی معنیٰ قرار دیتا ہے جبکہ دوسرا طبقہ دونوں کی معنوی توجیہات الگ الگ کرتا ہے۔

ابوعبیدہ کہتے ہیں:

"دونوں لفظوں کا ایک معنٰی ہے غیبت اور بدگوئی کرنے والا"

ابوالعالیہ، حسن بصری، مجاہد اور عطا بن ابی رباح کہتے تھے همزہ روبرو بدگوئی کرنے والا اور لمزہ پیٹھ پیچھے برا کہنے والا ہوتا ہے"

قتادہ کہتے ہیں "پیٹھ پیچھے بدگوئی کرنے والا همزہ اور روبرو عیب چینی کرنے والا لمزہ ہوتا ہے۔"

قتادہ اور مجاہد سے یہ بھی نقل کیا گیا کہ جو نسب میں طعن کرے وہ همزہ اور جو ہاتھ پاؤں یا دیگر اعضا کے اشاروں سے آبرو ریزی کرے وہ لمزہ ہے۔

ابن کثیر کہتے ہیں جو زبان سے برائی کرے وہ همزہ اور جو افعال سے بدخواہی کرے وہ لمزہ ہے۔۔۔

همزہ اور لمزہ کا مفہوم اور حضور ﷺ کی ایک حدیث:

المؤمن کیس، فطن، حذر، وقاف، متشبت، لا یعجل، عالم، ورع والمنافق همزه، لمزه حطمه کخاطب لیل لا یدری من این اکتسب، وفیم انفق

"مومن سمجھدار، ذہین محتاط، چوکنا، ثابت قدم، دانا اور پرہیزگار ہوتا ہے جلد باز نہیں ہوتا جبکہ منافق منہ پر اور پیٹھ پیچھے عیب چینی کرنے والا، گناہوں کی گٹھڑی اٹھانے والا، رات کو لکڑیاں لانے والا ہوتا ہے نہیں جانتا کمایا کہاں سے اور خرچ کہاں کیا۔"

قاشانی کا قول:

همز اور لمز دونوں رذالت اور جہل اور کبر اور غضب سے مرکب ہیں اس لئے دونوں اذیت کے درپے ہوتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ لوگوں سے ہمیشہ اونچے رہیں اور لوگوں پر وہ خواہ مخواہ فضیلت چاہتے رہتے ہیں حالانکہ فی نفسہ ان میں فضیلت کی کوئی بات موجود نہیں ہوتی۔ ایسا شخص نفس اور شیطان دونوں کا فریب خوردہ ہوتا ہے۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

گناہ کی دوقسمیں:

پہلی قسم اللہ تعالیٰ کے حقوق میں کوتاہی یا تجاوز کرنا ، مثلاً نماز پڑھنے کا حکم تھا نماز نہ پڑھی یا ممانعت تھی کہ بدکاری نہ کرو اور اس شخص نے حدود سے تجاوز کیا اور ارتکاب فحاشی کر دیا۔

گناہ کی دوسری قسم بندوں کے حقوق کے ساتھ تعلق رکھتی ہے جیسے کسی کا حق ادا نہ کرنا یا کسی کی آبروریزی کرنا ، دل کو رنج پہنچانا ، خصوصاً اللہ کے نیک بندوں کی دل آزاری کرنا۔

دوسرے قسم کے گناہ اتنے مہلک ہیں بغیر اس کے کہ جس کو ایذا دی گئی ہے وہ معاف نہ کر دے تو یہ استغفار سے بھی معاف نہیں ہوتے یہی وہ قبیح افعال ہیں جن سے معاشرہ میں فساد کا دروازہ کھل جاتا ہے اور تمدن برباد ہو جاتا ہے۔

ہر چیز میں خامی دیکھنے والا اور دوسروں کو چھوٹا سمجھنے والا شخص دراصل خود اپنے ہاتھوں تباہ ہو چکا ہوتا ہے اس لئے ''ھمز لمز'' بیماری ہے جس سے دل مردہ ہو جاتے ہیں۔

خیر اور شر کی تمیز ہی نہیں رہتی عام طور پر یہ مرض ، مال کی کثرت سے پیدا ہوتا ہے۔ اخلاقی اقدار کا دیوالیہ بھی انسان کو عیب چینی ، غیبت اور بدخواہی کرنے والا بنا دیتا ہے۔ یہ وہ بیماریاں ہیں جو شخصیت کو پہلے نچوڑ دیتی ہیں اور پھر اس کے بعد اسے ریزہ ریزہ کر دیتی ہیں۔

یہ لوگ کچھ بھی نہیں ہوتے لیکن اپنے آپ کو سب کچھ سمجھتے ہیں۔ اسلام ان کے اندر برائے نام ہوتا ہے۔ ایمان اور کمینگی ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے۔ اس سورت میں تمسخر ، غیبت ، مذاق اڑانا ، ہاتھوں اور آنکھوں سے اشارے کر کر کے کسی کو چھوٹا سمجھنا کسی کو بے وقوف بنانا ، عیب جوئی کرنا یعنی ھمز اور لمز سے منع کیا گیا ہے اور سورۃ حجرات میں صاف صاف کہہ دیا گیا کہ ایمان کے ساتھ یہ رذالتیں کبھی جمع نہیں رہ سکتیں۔

ایک خاص بات:

سورہ ہمزہ جس وقت نازل ہوئی یہ وہی دور تھا جب مشرکین حضور ﷺ اور آپ کے اصحاب کا مذاق اڑا رہے تھے کبھی آنکھوں سے اشارے کرتے ۔ کبھی ہاتھوں سے اشارے کر کے طنز کرتے اور کبھی زبان سے گھناؤنے الزامات گھڑتے ۔ ھمز اور لمز کا اطلاق اگرچہ عام ہے لیکن نزول کا محل متعین ہے ، جس سے بات اچھی طرح سمجھ آتی ہے کہ رسول کریم ﷺ کا گستاخ جتنا بھی فضیلت مآب منصب پر فائز ہو رذالت مآب ہی ہوتا ہے اس کے گھٹیا اور کمینہ ہونے میں کسی بھی قسم کا شک نہیں کیا جا سکتا لوگوں میں سب سے زیادہ ذلیل وہ ہے ۔ جو حضور ﷺ کی شان میں گستاخی کرے۔

یہ آیت کھل کر بتاتی ہے کہ ''ھمز اور لمز'' ایسی حرکات کا ارتکاب کرنے والے لوگ قابل معافی نہیں ہوتے خصوصاً جبکہ ان کے طعن و تمسخر کا رخ جناب رسالتمآب اور ان کے ساتھی ہوں ۔ ''ویل کی تعبیر ایک ، تہدید شدید ہے جس سے ان دو گناہوں کی بدانجامی انتہائی موثر پیرائے میں بیان کی جا رہی ہے۔

بصائر اور عبرتیں:

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مومن طعنے دینے والا ، لعنت کرنے والا اور فحش کہنے والا نہیں ہوتا اور نہ ہی وہ بے حیائی کی باتیں کرنے والا ہوتا ہے۔۔۔۔ (ترمذی)

WWW.NAFSEISLAM.COM

حضرت عقبہ بن عامر ؓ فرماتے ہیں کہ میں حضور ﷺ سے ملا اور عرض کی حضور! نجات کا راستہ ارشاد فرمائیے؟ آپ نے فرمایا اپنی زبان بند کر اور گھر میں بیٹھ اور اپنے گناہوں پر رویا کر (احمد ، ترمذی)

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اپنے بھائی کو اس کے عیب پر طعنہ زنی نہ کر خدا اس پر رحم فرمائے گا اور تجھے اس بلا میں مبتلا کر دے گا۔۔۔۔ (ترمذی)

امام بخاری فرمایا کرتے تھے کہ بروز قیامت مجھ سے غیبت کے بارے میں مواخذہ نہ ہو گا اس لئے کہ میں نے عمر بھر کسی کی غیبت کی ہی نہیں۔ (تفسیر حقانی)

آپ ﷺ نے فرمایا اس شخص کے لئے بربادی ہے جو لوگوں کو ہنسانے کے لئے جھوٹی باتیں کرتا ہے ۔ خرابی ہے اس کے لئے خرابی ہے اس کے لئے (ابوداؤد ، ترمذی ، دارمی)

الَّذِیْ جَمَعَ مَالًا وَّ عَدَّدَهٗ ۝

ایسا شخص جس نے مال جمع کیا اور اُسے گن گن کر رکھا

ایسا شخص جس کے رویے اور زندگی گذارنے کی طرز کو دولت کی محبت اس قدر بگاڑ دے کہ وہ مال جمع کرنے اور اسے گن گن کر رکھنے ہی

کو مقصد حیات تصور کرے ۔ درہم و دینار کی چمک اسے ہمہ وقت اپنی دلچسپیوں میں جذب کر لے، سکوں سے وہ لذت حاصل کرے ۔ اعتقاد کا فساد اس کے ہاں دولت ہی کو "علی کل شئی قدیر" سمجھے ۔ مال بت کی طرح پوجا جانے لگے ۔ طبیعت کا یہ گھٹیا انسان روحانی تربیت کے خدائی عطیات سے فیضیاب ہونے کی بجائے شخصیت کی تعمیر کو دولت ہی کا مرہون منت تصور کرے دولت کا یہ رسیا شخص ظاہر ہے "جنون زر" میں اس قدر آگے بڑھ جائے گا کہ وہ نادار اور غریب انسانوں کا مذاق اڑانے کو اپنا حق تصور کرنے لگ جائے گا۔

مال کو جمع کرنا حرص کی علامت ہے

اسے گنتے رہنا کنجوس ہونے کا نشان ہے

جمع کرنا اور گننا کہ مشکل وقت میں یہ کام

آئے گا مال کو مشکل کشا سمجھنا ہے یقیناً عقیدے

کا یہ فساد لعنت ہے ایسا انسان الہ سے کٹا ہوا ہوتا ہے۔

قرآن مجید نے مال جمع کرنا اور اسے گن گن کر رکھنا الگ الگ بیماریاں قرار دی ہیں ۔ دولت اتنی ظالم چیز ہے کہ یہ دوسروں کی بھی ہو تو اسے گننے میں نفس لذت محسوس کرتا ہے جدید دنیا کا اصل فساد نظام بنکاری ہے ۔ مضاربت اور مشارکت دولت میں برکت لاتے ہیں جبکہ سودی تجارت مہلک معیشت کا سرچشمہ ہے۔

حضرت رضا کا قول ہے کہ پانچ خصلتوں کے سوا کسی شخص کے ہاں مال جمع نہیں ہوسکتا شدید بخل، طویل آرزوئیں، حرص، قطع رحمی اور دنیا کو آخرت پر مقدم رکھنا۔

يَحْسَبُ اَنَّ مَالَهٗۤ اَخْلَدَهٗ ۚ

وہ گمان یہ کرتا ہے کہ اُس کا مال اُس کی بقا کا سبب بن جائے گا

اس فقرے کی دو تفسیریں ہیں

ایک تو یہ کہ مال کا حریص اور محبت مست شخص سمجھتا ہے کہ اس کی دولت ہمیشہ رہنے والی ہے جب ہی تو وہ شدت کے ساتھ اسے چاہتا ہے زندگی میں وہ شخص کبھی کامیاب نہیں ہوسکتا جو مال ہی کو حی و قیوم تصور کرتا ہو۔

دوسری تفسیر یہ ہے دولت جمع کرنے والا شخص گمان کرتا ہے کہ اس کے مال و زر نے اسے دوام بخشا ہے نہ موت اس کے پاس آئے گی اور نہ ہی بیماریوں نے اس کا کچھ بگاڑنا ہے ۔ مجنونِ مال و زر یہ سمجھتا ہے کہ جب کوئی مشکل آئی دولت کی صورت میں مشکل کشا اس کے پاس ہے دولت دوں کو حی، قیوم اور قادر و قدیر جاننے والا شخص موت اور فنا کا تصور بھی نہیں کرسکتا ہے اس لئے وہ دوسروں کا تمسخر اور مذاق اڑاتا ہے۔

حسن بصری کا ایک خوبصورت قول:

آپ نے ایک بیمار شخص کی عیادت فرمائی ۔ بیمار مالدار بھی تھا اس نے حسن بصری ؒ سے ایک مسئلہ پوچھا یا حضرت! آپ ایسے خزانے کی نسبت کیا کہتے ہیں جو میں نے کسی بخیل کے مقابلہ میں جمع نہیں کیا اور نہ ہی کسی نیک آدمی کے ہاتھ سے خیرات ملی ہے آپ نے پوچھا پھر آپ نے اسے جمع کیوں کیا؟ کہا خیال تھا کہ گردش زمانہ میں کام آئے گا ۔ یا حکومتی افتاد کے وقت کام میں لاؤں گا یا بوقت احتیاج کام آئے گا ۔ آپ نے فرمایا سن پھر تو اس مال کو اِن لوگوں کے لئے چھوڑ جائے گا جو تیری تعریف نہیں کریں گے اور ایسے مقام پر جائے گا جہاں تیرے یہ عذر قبول نہیں ہونگے ۔

ایک ضروری وضاحت:

دولت کمانے کو اللہ تعالی نے قرآن مجید میں "فضل اللہ" قرار دیا اور دوسری جگہ اسے خیر سے تعبیر کیا گیا اور یہ بھی کہا گیا کہ دولت معاشی زندگی کی ایستادگی کا ذریعہ ہے ۔ حضرت سعد ؓ نے کل مال صدقہ کرنے کی اجازت چاہی اس لئے کہ انکی وارث صرف ایک ہی بیٹی تھی آپ ﷺ نہ صرف یہ کہ اجازت نہ دی بلکہ یہ بھی فرمایا کہ وارثوں کو خوشحال چھوڑنا محتاج چھوڑنے سے بہتر ہوتا ہے جبکہ اس صورت میں مال جمع کرنے کو مذموم قرار دیا گیا۔

رفع تضاد یوں ہوگا کہ ایسا مال جو زندگی کی ضروریات پورا کرنے کے لئے ہو وہ سرکشی، تمرد، ظلم اور اخلاقی بگاڑ کا باعث نہ بنے، وہ معاشی ضروریات کی تکمیل کا ذریعہ ہو، اسے خود ہدف اور مقصد نہ بنالیا گیا ہو، مال کے حقوق ادا کر دیئے گئے ہوں، زکوۃ فرض ہو تو دی گئی ہو، مال کو تفاخر کا ذریعہ نہ سمجھا گیا ہو ۔ مصارف کا فیصلہ دانائی سے کیا گیا ہو مذموم نہیں ہاں بذات خود مقصد بن جائے، تفاخر اور تکبر کا ذریعہ ہو ۔ ہر ایک کا

تمسخر اڑانے کا باعث ہو اس کی محبت اتنی غالب ہو جائے کہ انسان ہزار جان سے اس پر فدا ہو۔ اس میں نہ کسبِ حلال کا خیال کیا گیا ہو اور نہ مصارف خیر کا خیال کیا جاتا ہوا سے اکٹھا کرنے کی دھن آخرت سے غافل کر دے۔ یقیناً ایسا مال خسرانِ عظیم کا باعث ہوتا ہے اور اس سورت میں اسی کی مذمت کی گئی ہے۔''

كَلَّا لَيُنْبَذَنَّ فِي الْحُطَمَةِ ۝

ہرگز نہیں وہ بکھیر کر رکھ دینے والی میں ضرور پھینک دیا جائے گا

انسانوں کی دوقسمیں:

ایک انسان تو وہ ہیں جن کے ہاں انسانیت کی کوئی تعریف ہی نہیں ایسا معاشی انسان جو دنیا ہی کو سب کچھ سمجھتا ہے وہ اس زندگی کے علاوہ کسی دوسری زندگی پر یقین ہی نہیں کرتا۔ اس کی عمر غفلت اور مصیبت میں گزرتی ہے، دنیوی آسائشوں کو وہ ابدی جانتا ہے۔ اسکی سوچوں میں کوئی روحانی شخص اترا ہی نہیں ہوتا اس کا منشور حیات مکانوں پر مکان بنانا، پھر ہر مکان کو مضبوط اور مستحکم کرنا جتنے قدم سفر کرنا، اس سے زیادہ مکانات اکٹھے کرنا باغوں پر باغ، صنعتوں پر صنعتیں ہزاروں برس کا سامان یہاں سے کہیں جانے کا عقیدہ جو نہیں۔

اور دوسرا انسان وہ ہوتا ہے جس کی زندگی کی رگیں موٹی نہیں ہوتیں۔ وہ دنیا و مافیہا کو فانی تصور کرتا ہے۔ متاع دنیا سے پیار کرنا، اس کا منشور حیات نہیں ہوتا وہ اللہ کی رضا میں جیتا ہے وہ زندگی سے زیادہ موت کی فکر میں رہتا ہے۔ اس کے روحانی امام ہمیشہ اس سے قریب رہتے ہیں اس کا یقین ایک خدا پر ہوتا ہے وہ دنیا سے دل لگانا حماقت اور غفلت سمجھتا ہے ایسا انسان ہی ایمان اور رضوان والا ہوتا ہے۔

دونوں قسموں کے انسانوں کا مرجع اپنا اپنا ہے ایک کا ٹھکانہ حسن المآب اور دوسرا اپنی پست حرکتوں، استہزا تمسخر، ڈھٹائی، غفلت، اعمال ظلمت کی وجہ سے دوزخ میں جا پٹخا جائے گا۔

زیر مطالعہ آیت میں ایک ایسے ہی انسان کا انجام بتایا جا رہا ہے جس کا رویہ خراب ہو گیا ہو۔ ھمز لمز نے اسے توڑ کر رکھ دیا ہو ایسے ذلیل انسان کے لئے یہ سورت ایک دلدوز، ہولناک اور خوفناک منظر سامنے لاتی ہے، مغرور، ٹھٹھے باز، دولت مست اور آخرت سے غافل شخص کو پیس دینے والی آگ میں پٹخ دیئے جانے کا اعلان کیا جا رہا ہے۔

قرآن مجید کا یہ منظر قابلِ فہم ہے کہ یہ انسان چونکہ دنیا میں ہر ایک کو حقیر اور بے وقعت سمجھتا تھا اس لئے اسے یہاں حقارت اور ذلت کے ساتھ پاش پاش کر دینے والی آگ میں پھینکا جائے گا دنیا میں اپنے آپ کو معزز مکرم سمجھنے والے کو جب جہنم میں جھونکا جائے گا تو یہ بیان ذلت آج احساس پیدا کرنے کا داعی ہے کتنے آج کے معزز کل کے ذلیل ہونگے۔

خود خواہوں کا انجام کتنا برا انجام ہے اللہ اس مرض سے ہر ایک کو بچائے۔

وَمَآ أَدْرٰىكَ مَا الْحُطَمَةُ ۝

تم کیا جانو کہ وہ بکھیر کر رکھ دینے والی چیز کیا ہے

حطمہ ''حطم'' کے مادہ سے مبالغہ کا صیغہ ہے اس کا لغوی معنیٰ کسی چیز کو توڑ دینا، پاش پاش کر دینا اور درہم برہم کر دینا ہوتا ہے۔ دوزخ کا یہ حصہ ایسی آگ پر مشتمل ہو گا جو اعضاء اور جوارح کو پیس کر رکھ دے گی۔ دوزخ کے اس انتہائی گرم حصہ میں بھڑکائی گئی آگ کی دوسری خصوصیات قرآن حکیم نے یہ بیان کیں۔

نَارُ اللّٰهِ الْمُوْقَدَةُ ۝ الَّتِيْ تَطَّلِعُ عَلَى الْاَفْـِٕدَةِ ۝

وہ اللہ کی بھڑکائی ہوئی آگ ہے

وہ آگ جو دلوں پر جا چڑھے گی

یعنی یہ آگ دلوں تک جا پہنچے گی۔ گذشتہ زمانے میں دل تک چڑھ جانے والی آگ شاید لوگ اس کا مثل نہ جانتے ہوں لیکن ایٹم بم پھٹنے سے جو تابکاری لہریں تباہی لاتی ہیں، سب پر واضح ہے۔

ثابت بنانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ یہ لوگ دلوں تک جلائے جائیں گے، باقی وجود باقی رکھا جائے گا تا کہ اپنی بد اعمالیوں کا احساس ہوتا رہے۔

محمد بن کعب القرظی فرماتے ہیں

یہ آگ تمام جسم کو کھا جائے گی یہاں تک کہ حلق کے سامنے جب دل تک پہنچے گی تو جسم کی طرف لوٹ جائے گی جسم دوبارہ اول

حالت پر کر دیا جائے گا پھر وہ جسم کے اوپر سے جلانا شروع کرے گی اور دل تک پہنچ جائے گی۔

امام رازی لکھتے ہیں:

''یہ ایک آگ ہے جو ان کے پیٹ میں گھس کر دل پر چھا جائے گی دل حالانکہ سب سے نرم ہے تھوڑی سی تکلیف کے ساتھ بھی موت لاحق ہو جاتی ہے لیکن اس آگ کے چھا جانے کے باوجود یہ لوگ مریں گے نہیں اس لئے کہ اس آگ کا جلانا دائمی ہوگا''

اِنَّهَا عَلَيْهِمْ مُّؤْصَدَةٌ ۝

یقیناً وہ اُن پر بند کر دی جائے گی

حسن بصری نے کہا کہ یہ آگ مستحق عذاب کو تنگی کے ساتھ ڈھک لے گی۔۔

ابن مردویہ کی روایت کے مطابق اوپر سے گھیرے گی۔

ایصاد عربی زبان میں دروازہ بند کرنے کو کہتے ہیں وہ صندوق جن میں مال رکھ کر پہاڑوں میں داب دیا جاتا ہے انہیں وصید کہتے ہیں قرآن مجید نے اسی لفظ کو حسی اور مادی عذاب بنا کر بیان فرمایا کہ یہ لوگ جس طرح دنیا میں خزانوں کو صندوق بھر بھر کر دفناتے تھے آگ کو ان پر صندوق بنا کر محکم گھیرا کرنے والی بنا دیا جائے گا۔

فِيْ عَمَدٍ مُّمَدَّدَةٍ ۝

''وہ یوں پھیلے گی جیسے لمبے لمبے ستون ہوتے ہیں''

امام رازی لکھتے ہیں کہ

انہیں کھینچے ہوئے طولانی ستونوں میں رکھا جائے گا مفہوم یہ ہے کہ چوروں کو جیسے بید مارنے کے لئے ٹکٹکی میں ہاتھ پاؤں پھیلا کر باندھتے ہیں ایسے ہی ستونوں کے ساتھ انہیں باندھ کر آگ کو ان پر اوندھا کر دیا جائے گا۔

عطیہ عوفی کہتے ہیں کہ یہ ستون لوہے کے ہونگے

سدی کہتے ہیں کہ نہیں یہ طولانی ستون بھی آتشیں ہونگے۔

ابن عباس فرماتے ہیں ان کافروں کو پہلے ہاتھ، پاؤں باندھ کر زنجیروں سے جکڑا جائے گا پھر عمودوں سے دروازے جکڑ کر بند کر دیئے جائیں گے۔

قشیری نے کہا ان لوگوں کو محکم دروازوں کے اندر بند کر کے اوپر سے عمود کھینچ کر جکڑ دیا جائے گا یعنی یہ لوگ حرکت نہ کر سکیں گے۔

لرزا دینے والی حدیث:

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ کے حکم سے فرشتے ان لوگوں کو آتشی تختوں میں رکھ، آتشی کیلوں اور عمودوں سے جڑ دینگے کہیں اس میں ہوا کا راستہ نہ ہوگا سوائے جہنمی لوگوں کی چیخ و پکار کے۔

قابل توجہ استدراک:

سورہ ھمزہ میں آگ کی جو صفات اور خصوصیات بیان ہوئیں وہ یہ ہیں

کہ یہ آگ بھڑکائی گئی ہے

یہ ایک کرشر کی طرح ہوگی جو ریزہ ریزہ کر دے گی

یہ گھیراؤ کرنے والی آگ ہے

یہ اوپر سے ڈھانپ لے گی

اسمیں لمبے لمبے ستون ہونگے

یہ دلوں پر اور دلوں تک چڑھتی ہے

معروف سائنس دان یوسف جبرائیل لکھتے ہیں:

''ایٹمی توانائی ایک ایسے عمل کے نتیجے میں پیدا ہوتی ہے جس میں ایٹموں کے نیوکلائی (مرکز دل) کو توڑا جاتا ہے۔ ایٹمی توانائی دو طریقوں سے پیدا کی جاتی ہے ایک کہلاتا ہے فزن پراسس (Fission Process) اور دوسرا کہلاتا ہے۔ (Fusion

فیوژن پروسس" (Process)

پہلے طریقے کے مطابق ایٹم کا نیوکلیس توڑا جاتا ہے جبکہ دوسرے طریقے میں چند ایٹموں کے نیوکلائی مرکز ایک دوسرے میں کچل دیئے جاتے ہیں حقیقت یہ ہے کہ ایٹمی توانائی اس ارتباطی توانائی کے سوا کچھ نہیں۔

آپ لکھتے ہیں کہ ایٹمی طاقت نیوکلیس کو تہس نہس کر دیتی ہے پھر جہاں سے یہ لہریں گزر جائیں وہاں دوبارہ جوڑنے کا عمل نہیں ہو سکتا گویا ایٹم بم جب پھٹتا ہے ہر چیز کو روند ڈالتا ہے۔ دھماکے سے پیدا ہونے والی شدید گرمی ایک شعلے کی صورت میں نمودار ہوتی ہے جو سورج سے کئی گنا زیادہ چمکدار ہوتا ہے یہ گرمی اور حرارت بجلی کی سی تیزی کے ساتھ انسانوں کے بدن پر چھپا مارتی ہے اور جلد کو جلا کر سیاہ یا بھورا کر دیتی ہے ایک دو لمحے رہنے کی وجہ سے جلد سے نیچے سرائت نہیں کرتی لیکن دل کو دھمک اور صدمہ پہنچنے سے ہلاک کر دیتی ہے گویا اس میں کرشنگ کا عمل لاگو ہوتا ہے عربی میں اسی کو **حطمہ** کہتے ہیں۔

دوسرے نمبر پر خوفناک دھماکہ ایک کرشر کی حیثیت رکھتا ہے جو مضبوط ترین عمارتوں کو بھی باریک سفوف کی طرح بنا دیتا ہے۔

تیسرے مرحلے میں تابکاری شعاعیں پیدا ہوتی ہیں یہ شعاعیں بے جان مادے میں گھس کر ایٹموں کے نیوکلائی، مراکز کو زیروزبر کر دیتی ہیں جبکہ زندہ بدنوں میں گھس کر اندر کے ایٹموں کے نیوکلائی سے نیوکلیس کے اجزا باہر نکال پھینکتی ہیں اور خلیے کے نیوکلیس پر حملہ آور ہو کر اس کے کروموسومز کو توڑ پھوڑ دیتی ہیں جس سے تباہی پھیل جاتی ہے۔

سائنس دانوں کے نزدیک آگ کا دل پر چڑھنا

ایٹم کے دل تک چڑھ کر اسے روند دینا مراد ہے

اور اس طرح قرآن مجید کا یہ جملہ پیشین گوئی ہے

کہ یہ آگ بھڑکائی ہوئی ہے جو ایٹموں کے دلوں کو باہم کچل کر تباہی پھیلا دینے والی ہے۔

ایٹم بم کی ساخت پر انسائیکلو پیڈیا آف سائنسز کا مؤلف لکھتا ہے۔

"ایٹم بم کا دھماکہ الٹی دیگ کی صورت میں ہوتا ہے جس کا قطر کئی میل تک پھیلا ہوا ہوتا ہے میگا ئن بم کی صورت میں تابکار مادہ ساری زمین کے گرد ایک غلاف بنا لیتا ہے۔"

حملے کے بعد بعض صورتوں میں چھ سال اور بعض صورتوں میں تیس سال کے بعد بھی گیسز نمودار ہوتے رہتے ہیں تابکاری کا عمل اپنے شکار پر کئی سال تک پہرہ دیتا رہتا ہے۔

تابکار مادہ ہڈیوں میں بیٹھ جاتا ہے مرنے کے بعد قبر کے اندر بھی تابکار مادہ مردے کی ہڈیوں میں موجود رہتا ہے۔

تابکاری کا عمل انسان کی نسلوں تک منتقل ہو جاتا ہے۔

ایٹم بلاسٹ کا ہیٹ فلیش پہلا شعلہ لمبے لمبے ستونوں کی طرح آسمان کی طرف بڑھتا ہے بلکہ تابکار ایٹمی ذرات بھی لمبے لمبے ستون اٹھاتے ہیں اور پھر یہ دھماکہ ایک ڈھکنے کی صورت اختیار کر لیتا ہے اور نہ اندر والوں کو رحمت کا جھونکا راحت مند کرے اور نہ کوئی اندر سے بھاگ کر باہر جا سکے۔

یہ وہ حطمہ ہے جو انسانوں نے خود اپنے لئے بھڑکالی ہے۔

قرآن مجید نے انسانوں کو "حطمہ" کے عذاب سے بچنے کے لئے روحانی گنجینہ عطا فرمایا

انسان توڑ پھوڑ والے مہلک

اعمال چھوڑ دے

اسکی مادی صورت یہ ہے کہ تابکاری

کے مراکز کو مکمل طور پر ڈھانپ

دیا جائے یعنی ری ایکٹروں کو سیسے یا

کنکریٹ سے ختم کر دیا جائے

اور روحانی صورت یہ ہے کہ انسان

رسولِ امن کی غلامی میں آ کر انسانیت کش

گندے اعمال سے توبہ کرلے۔۔۔"

ایک دوسرے کا تمسخر نہ اڑایا جائے

غیبت اور چغل خوری ترک کر دی جائے

احوال کا رخ ان اعمال کی طرف پھیرا جائے جن میں انسانی منفعت کا دخل ہو فرد کی سطح پر بھی ذخیرہ اندوزی کا انسداد ہو اور قومی سطح پر بھی مال جمع کرنے کی حوصلہ شکنی ہو۔ سرمایہ دارانہ نظام معیشت اور اشتراکی انداز اقتصاد عذاب میں نظام نبوت اور نظام مصطفیٰ ہی ہمارے احوال کی درستگی کا ضامن ہے، خلوص سے اس کی طرف رجوع کیا جائے۔

دنیا کی ضرورت کنجوس، بخیل اور حریص انسان نہیں وہ لوگ جو مال گن گن کر رکھتے ہوں وہ دنیا کو "حسنہ" کب عطا کر سکتے ہیں۔

دوسروں کی آبروریزی، خودخواہ ہونا لیکن خداخواہ نہ ہونا ہر وقت عیب چینی کرنا، اپنے آپ کو فضیلت مآب تصور کرنا اور دوسروں کی ہر چیز میں غلطی نکالتے رہنا، شیطان کی ہمرکابی ہے اور شیطان آگ وہ لعین دشمن ہے جو بھڑکائی آگ تک جا پہنچاتا ہے جو دلوں تک جا چڑھتی ہے اور بالآخر بداعمال انسان اپنی گندی عادات کی وجہ سے آتشیں عمودوں کے ساتھ جکڑ دیا جاتا ہے جسے ہر طرف سے آگ گھیر کر بند آتشیں صندوقوں میں قیدی بنالیتی ہے۔

اللہ اپنے عذاب سے ہمیں بچائے

حضور! غلام پر نظر فرمائیے

آپ کی شفاعت ہی کے سہارے

اللہ رحمٰن رحیم سے معافی

کی امید ہے

اے اللہ! اپنا بنالے

امین یارب العلمین بجاہ سید المرسلین

صل اللہ علیہ وآلہ وسلم

WWW.NAFSEISLAM.COM

خطبہ اور نماز میں اعتدال

مفتی محمد صدیق ہزاروی

حضرت جابرؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں میں رسول اکرم ﷺ کے ساتھ نماز ادا کرتا تو آپ کی نماز میں بھی اعتدال ہوتا اور آپ کا خطبہ بھی معتدل ہوتا۔ (صحیح مسلم)

رسول اکرم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے رحمۃ اللعالمین بنا کر مبعوث فرمایا ارشاد خداوندی ہے

وما ارسلناک الارحمة اللعالمین

''ہم نے آپ کو نہیں بھیجا مگر تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر''

گویا آپ کی ذات والا صفات سراپا رحمت تھی اور آپ کی رسالت کے تمام احکام بھی رحمت پر مبنی ہیں۔

رحمت کا معنیٰ کسی کے لئے دل کا نرم ہونا اور پسیج جانا ہے جس کا نتیجہ اس شخص پر فضل و احسان کرنا، حسن سلوک کرنا، اس کی مشکلات کو دور کرنا اور اس کو مشکلات میں نہ ڈالنا ہے جس پر رحمت کی جاتی ہے اور چونکہ آپ ﷺ تمام جہانوں کے لئے رحمت ہیں اس لئے کائنات کی ہر چیز کو آپ کی رحمت، رافت اور شفقت سے حصہ ملا۔

اس حدیث میں بھی اسی بات کی طرف اشارہ ہے کہ جب رسول اکرم ﷺ نماز پڑھا رہے ہوتے تو اپنے پیچھے کھڑے نمازیوں کا بھی خیال رکھتے اسی طرح جب خطبہ ارشاد فرما رہے ہوتے تو سننے والوں کا خیال فرماتے۔

نماز کی دو صورتیں ہیں۔ (۱) نفل نماز جس میں سنت موکدہ اور سنت غیر موکدہ بھی شامل ہیں۔ (۲) فرض نماز۔

پہلی قسم کی نماز جماعت کے بغیر یعنی تنہا پڑھی جاتی ہے اس لئے اس میں دوسروں کے حقوق متعلق نہیں ہوتے کہ ان کی حق تلفی کا خطرہ ہو اس لئے رسول اکرم ﷺ جب رات کے وقت نماز پڑھتے تو اس قدر طویل قیام فرماتے کہ پاؤں مبارک میں ورم آجاتے آپ سے گزارش کی جاتی کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے طفیل دوسروں کے گناہ بخش دیئے اور آپ تو معصوم ہیں تو پھر اس قدر طویل قیام کے ذریعے اپنے آپ کو مشقت میں کیوں ڈالتے ہیں تو آپ جواباً ارشاد فرماتے کیا میں شکر گزار بندہ نہ بنوں۔

یعنی آدمی جس قدر زیادہ انعامات خداوندی سے بہرہ ور ہوا سے اسی قدر زیادہ شکر بھی ادا کرنا چاہیئے۔

چونکہ اس صورت میں آپ صرف اپنی ذات پاک کو مشقت میں ڈالتے تھے آپ کے طویل قیام سے کسی دوسرے کو اذیت نہیں پہنچتی تھی لہٰذا آپ اس میں زیادہ وقت صرف فرماتے۔ یہی وجہ ہے کہ نوافل کی نماز جماعت کے بغیر پڑھنا مسنون ہے تاکہ آدمی جس قدر چاہے قیام، رکوع اور سجدوں کو طویل کر سکے۔

لیکن جب رسول اکرم ﷺ پانچ وقت کے فرائض اسی طرح جمعہ اور عیدین کی نمازیں پڑھاتے تو اعتدال کی راہ اختیار کرتے کیونکہ نمازیوں میں مختلف قسم کے لوگ ہوتے ہیں۔ جوان بھی بوڑھے بھی، توانا بھی کمزور بھی، صحت مند بھی بیمار بھی، مرد بھی عورتیں بھی، مقیم بھی مسافر بھی، حاجتمند بھی اور فارغ بھی۔ اس لئے نماز با جماعت میں بوڑھوں، کمزوروں، بیماروں، عورتوں بالخصوص چھوٹے بچوں کی ماؤں، مسافروں اور حاجتمند لوگوں کا خیال رکھنا چاہیئے۔ رسول اکرم ﷺ کا یہی وصف اس حدیث شریف میں بیان کیا گیا ہے۔

رسول اکرم ﷺ زیادہ وقت نماز میں مصروف رہنے کی چاہت رکھتے تھے اس کے باوجود آپ دوسروں کا خیال فرماتے۔

حضرت ابوقتادہؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

''**انی لادخل فی الصلوة و انا ارید اطالتها فاسمع بکاء الصبی فاتجوز فی صلوتی مما اعلم من شدة و جد امه من بکائه**'' (صحیح بخاری بحوالہ مشکوٰۃ المصابیح ص ۱۰۱، باب ما علی الامام)

''میں نماز شروع کرتا ہوں اور میں اس کو لمبا کرنا چاہتا ہوں تو میں کسی بچے کے رونے کی آواز سنتا ہوں تو میں نماز میں تخفیف کرتا ہوں کیونکہ میں جانتا ہوں کہ بچے کے رونے سے اس کی ماں غمگین ہوگی''

رسول اکرم ﷺ نے ایک دوسری حدیث میں دونوں قسم کی نمازوں یعنی تنہا پڑھی جانے والی اور با جماعت نماز کے بارے میں واضح ہدایت فرمائی آپ نے ارشاد فرمایا:

''**اذا صلی احدکم للناس فلیخفف فان فیهم السقیم و الضعیف و الکبیر و اذا صلی احدکم لنفسه فلیطول ماشاء**'' (مشکوٰۃ المصابیح ص ۱۰۱، باب ما علی الامام)

''جب تم میں سے کوئی ایک لوگوں کو نماز پڑھائے تو ہلکی پھلکی نماز پڑھائے، بے شک ان میں بیمار، کمزور اور بوڑھے لوگ بھی ہوتے ہیں اور جب کوئی شخص تنہا نماز پڑھے تو جس قدر چاہے لمبا کرے''

چونکہ نماز اللہ تعالیٰ سے مناجات وملاقات کا ایک اہم ذریعہ ہے اس لئے اس کو زیادہ مختصر بھی نہ کیا جائے اور چونکہ مقتدی امام کے پابند ہیں اس سے پہلے نماز سے باہر نہیں آسکتے اس لئے ان کا خیال بھی رکھا جائے۔ گویا حقوق اللہ اور حقوق العباد دونوں کا لحاظ رکھنا ضروری ہے۔ رسول اکرم ﷺ کا خطبہ بھی اعتدال پر ہوتا تھا، یعنی نہ تو وہ اس قدر مختصر ہوتا کہ سننے والوں کو مسائل کی وضاحت نہ ہوسکے اور نہ اتنا طویل ہوتا کہ سننے والے اکتاہٹ محسوس کریں۔

اس لئے رسول اکرم ﷺ کی سنت پر عمل کا تقاضا یہی ہے کہ نماز کی طرح خطبہ میں بھی اعتدال ہو بلکہ نماز کی نسبت سے خطبہ زیادہ مختصر ہونا چاہیئے۔

حضرت عمار ﷺ سے مروی ہے فرماتے ہیں میں نے رسول اکرم ﷺ سے سنا آپ نے فرمایا:

ان طول صلوۃ الرجل و قصر خطبة من فقهه فاطيلو االصلوٰة واقصروالخطبة ان من البيان سحرا.

(مشکوۃ المصابیح ص ۱۳۳، باب الخطبۃ والصلوۃ)

''بے شک آدمی کا اپنی نماز کو لمبا کرنا اور خطبہ مختصر رکھنا اس کی سمجھداری کی دلیل ہے پس نماز کو (مناسب حد تک) لمبا کرو اور خطبہ چھوٹا رکھو اور بے شک بعض بیان جادو ہیں''

محدثین کرام فرماتے ہیں خطبہ میں توجہ مخلوق کی طرف ہوتی ہے اور حالت نماز میں اپنے خالق کا قصد اور ارادہ ہوتا ہے لہٰذا سمجھداری یہ ہے کہ اپنے رب کی طرف عروج میں زیادہ وقت خرچ ہو کیونکہ نماز مومن کی معراج ہے۔

رسول اکرم ﷺ نے اس حدیث کے آخر میں یہ بھی فرمایا کہ بعض بیان جادو ہوتے ہیں مطلب یہ ہے کہ خطبہ میں طوالت کی بجائے تاثیر ہونی چاہیئے۔ دو دو گھنٹوں کے خطابات کی بجائے تقویٰ وپرہیزگاری کے ذریعے خطاب کو مؤثر بنایا جائے۔ رسول اکرم ﷺ کے زمانے میں اور آج بھی عرب میں خطبہ اور خطاب ایک ہی ہوتا ہے جبکہ ہمارے ہاں خطاب یا تقریر اردو یا علاقائی زبان میں ہوتی ہے اور خطبہ عربی میں ہوتا ہے، چونکہ عوام الناس عربی خطبہ سمجھ نہیں سکتے لہٰذا اس میں طوالت تو ویسے ہی بے مقصد ہے۔

جہاں تک تقریر کا تعلق ہے تو'' خیر الکلام ماقل و دل'' بہترین کلام وہ ہوتا ہے جو قلیل مگر جامع ہو۔ اگر آپ کسی موضوع پر گفتگو کر رہے ہیں تو جامع مانع گفتگو کے لئے زیادہ وقت درکار نہیں ہوتا۔ عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ طویل خطابات کے عادی لوگ موضوع سے ہٹ کر کئی باتیں کرتے ہیں اور یوں تقریر کو طول دیا جاتا ہے۔ رسول اکرم ﷺ کی سنت یہی ہے کہ ہر کام میں اعتدال کی راہ اختیار کی جائے بالخصوص طویل خطبہ بے شمار پریشانیوں کا باعث ہوتا ہے، لوگوں کے آرام میں خلل ڈالنا اور یوں کسب حلال کے عمل میں رکاوٹ ڈالنا، لاؤڈ سپیکر کے غلط استعمال سے لوگوں کو پریشان کرنا بلکہ رات کے طویل جلسوں کی وجہ سے فجر کی نماز کا قضا ہوجانا وغیرہ ایسی خرابیاں ہیں جو رسول اکرم ﷺ کی تعلیمات وہدایات سے روگردانی کا نتیجہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں سنت رسول اکرم ﷺ پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔

اس حدیث میں اگرچہ نماز اور خطبہ میں اعتدال کی تعلیم دی گئی ہے لیکن اس کا تقاضا یہ ہے کہ ہمارے ہر کام میں اعتدال ہونا چاہیئے۔ مثلاً اخراجات میں نہ تو حد سے زیادہ خرچ کرے اور چند ہی دنوں میں تنخواہ ختم کرکے ادھار لینے پر مجبور ہوجائے اور نہ ہی ہاتھ کو اس طرح تنگ کرے کہ اپنے اہل وعیال اور خود اپنی ذات کو بھی بنیادی ضرورتوں سے محروم رکھے۔

بعض لوگ مالدار ہوتے ہیں اور جب وہ ضرورت سے زیادہ خرچ کرتے ہیں تو اس کی دلیل یوں پیش کرتے ہیں کہ ہمارے پاس گنجائش ہے اور ہمیں کسی سے قرض نہیں لینا پڑتا لیکن ایسے لوگوں کو اپنی دولت پیش نظر رکھنے کی بجائے ارشاد خداوندی

''ولا تسرفوا''

ضرورت سے زائد خرچ نہ کرو

اور رسول اکرم ﷺ کے اس ارشاد گرامی

''خير الامور اوساطها''

بہترین امور وہ ہیں جو درمیانے انداز میں ہوں''

کو پیش نظر رکھنا چاہیئے۔

اور جب اللہ تعالیٰ نے ان کو دولت سے نوازا ہے تو ضروری نہیں کہ وہ بے مقصد اور غیر ضروری کاموں پر خرچ کریں بلکہ معاشرے کے حاجتمند لوگوں کی ضرورتوں کو پورا کرکے معاشرتی امن وسکون کا ذریعہ بنیں اور آخرت میں اجر وثواب کی دولت سے مالا مال ہوں۔

فقہاء کرام فرماتے ہیں اگر کوئی شخص نہر کے کنارے وضو کر رہا ہو تو وہاں بھی پانی حسب ضرورت خرچ کرے۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

حتیٰ کہ عبادت میں بھی اعتدال کی راہ دکھائی گئی اور رسول اکرم ﷺ نے خود عمل یوں بتایا کہ میں نماز بھی پڑھتا ہوں، آرام بھی کرتا ہوں، روزہ رکھتا بھی ہوں اور چھوڑ بھی دیتا ہوں۔ (یعنی نفلی روزہ) لہٰذا رسول اکرم ﷺ کی تعلیمات کی اصل روح کو سامنے رکھا جائے اور ہر کام میں اعتدال کی راہ اختیار کی جائے۔ دوستی، دشمنی، محبت، نفرت سب اسی ضابطے کے تحت ہوں۔

☆☆☆

حضرت فاطمۃ الزّہرا رضی اللہ عنہا

تحریر: ڈاکٹر عائشہ عبدالرحمٰن

ترجمہ: علامہ رسول بخش سعیدی

بعثت نبوی سے پانچ سال قبل حضرت سیدہ طاہرہ رضی اللہ عنہا کا بیت محمدی نے استقبال کیا۔ آپ رسالت مآب ﷺ کی چوتھی بیٹی تھیں۔ آپ کی ولادت ایسے معاشرہ میں ہوئی جس میں بیٹیوں کی نسبت بیٹوں کو زیادہ نوازا جاتا۔ آپ نے تاریخ اسلامی میں یوں طلوع اجلال فرمایا کہ آپ کے والد گرامی کے سوا یہ سعادت کسی اور کو میسر نہ آئی۔ آپ نے اسلامی تاریخ میں وہ انمٹ نقوش چھوڑے جس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ جس سال سیدہ طاہرہ کی ولادت ہوئی اس سال قریش مکہ نے آپ ﷺ کو تعمیر بیت اللہ کے بعد حجر اسود کی تنصیب کے لئے ثالث ٹھہرایا۔ ولادت کی خوشی میں ایک خوبصورت محفل بھی سجائی گئی شاید مکہ کی تاریخ میں آپ سے پہلے اس قدر خوشی کا اظہار کسی بچی کی آمد پر نہ کیا گیا۔ عظیم والدین کے سایہ میں خوش نصیب بچپنا یوں گزرا کہ بہنیں تھیں تو نثار ہوتیں بلکہ آپ کی بڑی بہن حضرت زینب رضی اللہ عنہا تو اتنا چاہتیں گویا انہیں آپ کی چھوٹی ماں کہا جا سکتا ہے۔

آخر وہ گھڑی بھی آ پہنچی جب یکے بعد دیگرے آپ کی بہنیں بیت نبوت سے داغ مفارقت دے کر رخصت ہوتی گئیں۔ آپ کی بڑی بہن حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا نکاح آپ کی خالہ کے بیٹے ابو العاص بن ربیع سے ہوا۔ ان کے بعد حضرت رقیہ اور ام کلثوم رضی اللہ عنہما کا نکاح عبد العزیٰ بن عبد المطلب کے بیٹوں سے ہوا۔ بہنوں کا یکے بعد دیگرے جدا ہونا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا پر گراں گزرا۔ اسی بات نے انہیں عہد طفولیت ہی میں اس نکاح کی حکمت کا ادراک سکھا دیا جو ایک بہن کو دوسری بہن سے اور ایک بیٹی کو والدین سے جدا کر دیتا ہے۔ یہی فکر تھی جس نے آپ کی راتوں اور دنوں کو مصروف کر دیا جس نے آپ کے دل خالص اور پاکیزہ شعور میں گہرا اثر چھوڑا۔ انہیں اثرات کو پختہ کرنے میں ان حالات کا بھی بڑا دخل تھا جو آپ کے خاندان پر طاری ہوتے رہے۔

آپ کے والد کریم ﷺ اپنے تفکرات میں ایسے گھرے کہ لوگوں کی دنیا سے الگ تھلگ ہو گئے، انہیں تفکرات نے آپ ﷺ کو تنہائی کی عبادات اور غور و فکر تک پہنچا دیا۔

اور آپ رضی اللہ عنہا کی والدہ ماجدہ اپنے محبوب خاوند کی خدمت میں ایسی مشغول ہوئیں کہ آپ کی موجودگی میں خدمت پر کمر بستہ اور عدم موجودگی میں دل آپ کی یاد سے وابستہ رہتا۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا گویا اپنے تفکرات کے ساتھ تنہا چھوڑ دی گئیں جنہوں نے آپ کے وجدان میں رفتہ رفتہ اثر شروع کر دیا اور آپ رضی اللہ عنہا ابن عم علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ، جو آپ کے والد ماجد کا انتخاب تھے کو بھائی اور ساتھی پاتی تھیں، وہ آپ سے چار سال سے زیادہ بڑے نہ تھے اگر آپ حیا نہ فرماتیں تو وہ غم و اندوہ جو ازدواجی زندگی کے گرداگرد محیط ہوتے ہیں حضرت علی ؓ تک ضرور پہنچاتیں اگر آپ ایسا کرنا چاہتیں تو آپ کی زبان آپ کا ساتھ نہ دیتی۔

پھر وہ عظیم حادثہ رونما ہوا جس نے جزیرہ عرب کو تھرتھرا کے رکھ دیا جس نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو خصوصی مشاغل سے نکال کر اور بچپن کے خوابوں سے بیدار کر کے لگاتار مہلک حوادث میں ڈال دیا جو بعثت نبوت کے بعد یکے بعد دیگرے وارد ہوتے رہے۔

ابھی آپ کی عمر شریف پانچ برس سے زیادہ نہ تھی کہ آپ کو سخت ترین مشکلات کا سامنا کرنا پڑا اور دین جدید کے مقابلے میں قدیم ترین بت پرستی نے جن تند و تیز ہواؤں کو چلایا ان بگولوں کے بھنور میں اپنے آپ کو محصور پایا لیکن بچپن کے دوڑنے اور کھیل کود کے نہ ہونے پر آپ افسردہ خاطر نہ ہوئیں، بے فکری راحت و آرام کے وہ لمحات جو تیزی سے چھینے جا رہے تھے ان کا چلا جانا آپ کے لئے بار خاطر نہ ہوا، بلکہ بچپن کی تمام علامتوں سے آپ راضی خوشی الگ ہو گئیں اور بغیر کسی تردد کے اپنی ہم عمر لڑکیوں سے آپ نے کھیلنا چھوڑ کر ایک نئی زندگی کا استقبال کیا، آپ نے اس نبی کی بیٹی کا مفہوم سمجھنا شروع کر دیا جسے اللہ جل شانہ، نے اپنا رسول چن لیا تھا اور اس بوجھ کا بھاری پن آپ نے بخوبی یاد کر لیا جس کا اٹھانا آپ پر ضروری تھا۔ یہ اس لئے کہ آپ رضی اللہ عنہا اس بہادر کے ساتھ قائم ہونے لائق ہو سکیں جو ایمان بالحق اور ستم رسیدہ چھوٹی سی جماعت کے ساتھ پورے قریش بلکہ عالم عرب سے ٹکرایا۔

ابھی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا قبل از بعثت کی وحدت و تنہائی کے بارے میں سوچ ہی رہی تھیں کہ اسلام نے ان کے اور ان کے والد گرامی مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اور ان کی والدہ ام المومنین اور ان کی مسلمان بہنوں کے درمیان ایسا رشتہ جوڑ دیا جو نسب سے زیادہ قوی، خون سے زیادہ مہنگا اور رحم سے زیادہ قریب تھا۔ بیت محمدی کے ہر فرد نے جب سے وہ دین واحد پر اکٹھا ہوئے اپنے خصوصی مشاغل کو خیر آباد کہہ دیا۔ دین کے پیروکار ہو گئے، رب واحد پر ایمان لائے اسی کے لئے سجدہ ریزہ ہوئے اور اسی ایک ہی کو معبود مانا کسی غیر کو اس کا شریک نہ بنایا۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لئے باعث خوشی یہ بھی تھا کہ حضرت علی ؓ تین میں سے ایک تھے جنہوں نے دین اسلام کی طرف سبقت کی، اس لئے کہ وہ آپ کے لئے ایک عزیز بھائی کی جگہ تھے، ان دونوں کا دین میں اختلاف حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لئے آسان نہ تھا

WWW.NAFSEISLAM.COM

کہ وہ حضرت علیؓ کے بغیر دین اسلام کی نعمت سے سرفراز ہوں اور حضرت علیؓ محسن انسانیت کے گھر ویسے ہی چھوڑ دیئے جائیں کہ وہ عصبیت کا فرکو اختیار کریں جس پر اللہ کا غضب ہے۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شدید خواہش تھی کہ بنو ہاشم کے سردار ابو طالب بھی اسلام کی دولت سے سرفراز ہو جائیں جیسا کہ آپ کے والد کریم سید الانبیاء نے فرمایا "اے چچا جان! آپ دعوت الی الحق اور نصیحت کے زیادہ حق دار ہیں"۔ آپ کا زیادہ حق ہے کہ آپ اسے قبول کریں اور اس کی مدد کریں۔ "اور آپ رضی اللہ عنہا کی یہ بھی چاہت تھی کہ کاش! آپ کی خالہ ہالہ کے بیٹے، آپ کی سگی بہن حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے خاوند ابو العاص بن ربیع بھی اسلام قبول کرلیں بلکہ آپ کی خواہش تھی کہ تمام بنو ہاشم اسلام قبول کرلیں کیونکہ وہ آپ کے باپ کا خاندان اور ان کے قریبی رشتہ دار ہیں جن کی جدائی آپ پر گراں تھی اور ان کی دشمنی آپ پر شاق تھی، لیکن مشیت ایزدی میں آل نبی کو آزمایا جانا تھا اور آزمائش کی بھٹی میں ان کو پگھلانا تھا اور اللہ جل شانہ، کا یہ بھی ارادہ تھا کہ آپ قربانی، صدق ایمانی اور عقیدے کی پختگی میں ضرب المثل ہو جائیں۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو عبقری تکلیف کے بہت بڑے حصے کے بارے میں ترجیح دی اور ان کے لئے اس مقدس لڑائی میں حاضری اور بچپن ہی سے اس کی آگ میں جلنا لکھ دیا یہاں تک کہ آپ کے بہادر والد گرامی ﷺ اپنی روحوں کی سخاوت کرتے ہوئے رفیق اعلیٰ سے جا ملے اور آپ رضی اللہ عنہا ان تمام چیزوں کے بارے میں اہل ثابت ہوئیں۔

وہ یہی ہیں جنہوں نے بچپن کے کھیل کود کو چھوڑ کر اور اپنی سہیلیوں سے الگ ہو کر اپنے والد کریم کے دل میں گھر کیا اور آپ کی صغرسنی آپ کو گھر سے باہر نکلنے کی اجازت دیتی تھی کہ جہاں بھی والد کریم جائیں ان کے پیچھے پیچھے جائیں، خصوصاً جب آپ ﷺ قریش کی محافل اور مجالس میں اپنی دعوت کی خوشخبری کے لئے ہر دن تشریف لے جاتے اور اس دعوت کے راستے میں بے دینوں کے مکر اور احمقوں کی تکالیف کا آپ کو بہت سامنا کرنا پڑتا، اس دن بھی اپنے والد کریم کے ساتھ تھیں کہ آپ ﷺ نے بیت اللہ کی طرف چلنا شروع کیا۔ آپ ﷺ نے حجر اسود کو بوسہ دیا ہی تھا کہ مشرک آپ پر یکدم ٹوٹ پڑے اور یہ کہتے ہوئے آپ کے گرد گھیرا ڈال دیا کہ آپ ہی ہمارے آباؤ اجداد کو برا بھلا کہتے ہیں اور آپ ہی ہمارے معبودوں کے عیوب نکالتے رہتے ہیں تو حضور ﷺ فرمایا:

ہاں! وہ میں ہی ہوں

اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اس دن بھی اپنی سانسوں کو کنٹرول میں لائیں جب آپ نے ایک (بدبخت) آدمی کو دیکھا کہ آپ کے والد کریم کی چادر کو پکڑ کر آپ ﷺ کو دباتے ہوئے لپیٹنے لگا، بس یہی تھیں یا حضرت ابو بکرؓ جو رسول اللہ ﷺ کے آگے کھڑے ہو گئے اور حضرت ابو بکرؓ اظہار ناپسندیدگی کرتے ہوئے فرما رہے تھے:

''کیا تم اس انسان کے قتل کے درپے ہو جو کہتا ہے میرا رب اللہ ہی ہے''

تو کفار حضرت ابو بکرؓ کی طرف متوجہ ہوئے کہ ان کی آنکھوں سے غیض وغضب کی چنگاریاں اڑ رہی تھیں، انہوں نے آپؓ کی داڑھی مبارک کھینچتے ہوئے اس حالت میں چھوڑا کہ آپ کا سر مبارک زخمی کر چکے تھے اور محمد ﷺ بیت الحرام کو چھوڑ کر راستے میں چل دیئے، آپ کی صاحبزادی آپ کے پیچھے چل رہی تھیں، راستے میں جو بھی انسان ملا آزاد ہو یا غلام سب ہی آپ کی تکذیب اور ایذاء رسانی کرتے رہے۔ آپ گھر پہنچتے ہی سردی زدہ آدمی کی طرح بستر میں لیٹ گئے اور آپ ان مصائب کی شدت کی وجہ سے کانپ رہے تھے۔

ایک اور واقعہ میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اپنے والد کریم سے کوئی دور نہ تھیں بلکہ ان کا دل اور آنکھیں حضور ﷺ کے گرد چکر لگا رہی تھیں کہ دیکھتی ہیں کہ آپ حرم شریف میں سجدہ کر رہے ہیں اور آپ کے گرد مشرکین کا جم غفیر ہے اتنے میں عقبہ بن ابی معیط اونٹنی کی جیلی لاتا ہے اور آپ ﷺ پر پھینک دیتا ہے، آپ ﷺ نے ابھی اپنا سر مبارک نہ اٹھایا تھا کہ آپ کی صاحبزادی فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا آگے بڑھیں اور جیلی کو اٹھا کر اس شخص کے لئے بددعا کی اور جب آپ ﷺ نے اپنا سر مبارک اٹھایا اور مشرکین کے بارے میں بددعا کرتے ہوئے فرمایا "اے اللہ گروہ قریش کو پکڑ۔۔۔۔ اے اللہ ابو جہل بن ہشام، عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ، عقبہ ابن ابی معیط اور ابی بن خلف کو پکڑ۔۔۔۔ تو مشرک آپ کی دعا کے آگے جھک گئے اور انہوں نے اپنی آنکھوں کو بند کر لیا، آپ ﷺ اپنی نماز سے فارغ ہو کر گھر تشریف لے گئے آپ کی بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا بھی آپ کے ساتھ تھیں، ابھی گنتی کے چند سال بھی نہیں گزرے تھے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اس گروہ کو جس پر آپ نے اور آپ کے والد کریم نے بددعا کی تھی بدر کے کنوئیں کے اردگرد مقتول دیکھیں گی۔

جب آپ ﷺ پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئیں (و انذر عشیر تک الا قربین) تو حضور ﷺ قریش کی طرف تشریف لے گئے تو بھی

آپ وہاں تھیں، آپ ﷺ نے پکارتے ہوئے فرمایا:

''اے گروہ قریش! اپنی جانوں کو خرید لو، میں اللہ کے حضور کسی کو کچھ نہ دوں گا، اے بنی مناف! میں اللہ کے حضور تم سے کسی کو کچھ نہ دوں گا، اے عباس بن عبدالمطلب! میں اللہ کے حضور تمہیں کچھ بھی نہ دوں گا اے صفیہ! اللہ کے رسول کی پھوپھی، میں اللہ کے حضور تمہیں کچھ بھی نہ دوں گا، اے فاطمہ بنت محمد! میرے مال کے بارے میں جو کچھ مانگنا ہے مانگو میں اللہ کے حضور تمہیں کچھ بھی نہ دوں گا''۔

تاثر اور میلان کی وجہ سے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا دل دھڑ کنے لگا آپ دل ہی دل میں کہنے لگیں، اے محبوب ترین والد کریم، معظم ترین بلانے والے،" میں حاضر ہوں" پھر آپ نے اپنے آپ کو (اس تحریک پر) تیار کیا، آپ خندہ پیشانی سے سر کو فاخرانہ انداز سے اٹھاتے ہوئے اپنے کمزور، چھوٹے ڈھانچے سے لوگوں میں گئیں، گویا کہ آپ کو بہت ہی بھلا لگا کہ آپ کے والد کریم نے آپ کی تمام بہنوں بلکہ خاص اہل بیت میں سے آپ کو پسند فرمایا، آپ نوع بشر انسانی کے لئے یہ بات ثابت کرنا چاہتے تھے کہ لوگوں میں سے عزیز ترین، محبوب ترین اور قریب ترین کو بھی آپ اللہ کے حضور کچھ نہ دیں گے۔

آپ نے تبلیغ کا آغاز، قریش میں سے اپنی قوم اور اپنے قبیلہ سے کیا، پھر اپنے خاندان کے قریب ترین بنی عبدمناف پھر اپنے چچا عباس اور پھوپھی صفیہ سے پھر آپ کی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ان میں سے آخری تھیں جنہیں اللہ کے رسول ﷺ نے اس اہم مقام پر مثال قرار دیا۔

☆☆☆

WWW.NAFSEISLAM.COM

”دریاب که عمر رفته رانتواں یافت“

محمد دین سیالوی

علامہ محمد دین سیالوی ارض وطن کے معروف عالم دین ہیں اس وقت انگلینڈ کے مشہور شہر نیلسن میں دین مبین کی خدمت سرانجام دے رہے ہیں۔ آپ نے دانشِ حجاز کے نام سے انبیاء، صلحا اور دانشوران ملت کے ایمان افروز اقوال اکٹھے کیے ہیں۔ سبق آموز اقوال پر ان کے زرین اور بامعنیٰ تبصرے پڑھنے سے تعلق رکھتے ہیں۔ زبان حال سے کہی ہوئی باتیں قارئین دلیل راہ کی نذر کی جاتی ہیں۔ (دوسرا حصہ)

24۔ قال ابوبکر الصدیق ﷺ

قال ابو بکر الصدیق ﷺ (الظلمات ثلاث والسرج لها ثلاث :حب الدنیا ظلمة والسراج له لا اله الا الله محمد رسول الله والآخرة ظلمة سراج لها العمل الصالح ،والصراط ظلمة والسراج له الیقین)

سیدنا ابوبکر صدیق ﷺ نے فرمایا:

تین چیزیں تاریکی ہیں اور تین چیزیں ان کے لئے چراغ ہیں:

☆ دنیا کی محبت تاریکی ہے اور اس کا چراغ "لااله الا الله محمد رسول الله" ہے

☆ آخرت تاریکی ہے اور اس کا چراغ نیک عمل ہے۔

☆ پل صراط تاریکی ہے اور اس کا چراغ یقین ہے۔

(ارشاد العباس صفحہ ۹۰)

تبصرہ

لحد میں عشق رُخ شہہ کا داغ لے کے چلے
اندھیری رات سنی تھی چراغ لے کے چلے

(امام احمد رضا بریلوی)

25. حفظ الاوقات

من أراد حفظ اوقاته ،فلیجعل کلامه ذکرا وصمته تفکر او نظره عبرة وعمله برا

اوقات کی حفاظت

جو آدمی اپنے اوقات کی حفاظت کرنا چاہتا ہے (اور انہیں ضائع ہونے سے بچانا چاہتا ہے) وہ مندرجہ ذیل (چار کام) کرے۔

☆ جب بولے تو ذکر الٰہی کرے۔

☆ جب خاموش ہو تو (کارخانہ قدرت میں) غور وفکر کرے۔

☆ جب (کسی چیز کو) دیکھے تو عبرت اور سبق آموزی کے لئے دیکھے۔

☆ جب کچھ کرنا چاہے تو نیکی کرے۔

(ارشاد العباد صفحہ ۸)

تبصرہ

زندگی کے وہی لمحات کارآمد ہیں جو اللہ تعالیٰ کی یاد اور اطاعت میں گزر جائیں ورنہ زندگی بیکار بلکہ باعث شرمندگی ہے۔

زندگی بے بندگی شرمندگی

اوقات ہمہ بود کہ بیار بسر شد
باقی ہمہ حاصلی و بے خردی بود

یورپ میں ایک قبر کے کتبہ پر لکھا ہے:

Do all the good you can
To all the people you can
in all the ways you can
as long as ever you can

جس قدر نیکی کر سکتے ہو کرو۔
جتنے لوگوں کے ساتھ کر سکتے ہو کرو
جتنے طریقوں سے کر سکتے ہو کرو۔
اور جتنے عرصے تک کر سکتے ہو کرو۔

26۔ قال علی ﷺ

قال علی ﷺ :من اشتاق الجنة، سارع الی الخیرات ومن تیقن الموت، انهدمت علیه اللذات،ومن عرف الدنیا ،هانت علیه المصیبات، ومن اشفق من النار، انتهیٰ عن الشهوات.

سیدنا علی ﷺ کا فرمان

سیدنا علی نے ﷺ فرمایا:

☆جو جنت کا مشتاق ہوتا ہے وہ نیک کام کرنے میں جلدی کرتا ہے۔(کیونکہ جنت نیکوکاروں کے لئے ہے)

☆جسے موت کا یقین ہو جاتا ہے اس کی خوشیاں ختم ہو جاتی ہیں۔(نبی کریم ﷺ نے موت کو ھازم اللذات خوشیوں اور لذتوں کو ختم کرنے والا قرار دیا ہے۔)

☆جو دنیا کو پہچان لیتا ہے اس کے لئے مصائب ہلکے ہو جاتے ہیں۔(کیونکہ وہ جان لیتا ہے کہ دنیا مصائب کا گھر ہے اور ذہنی طور پر ان کے تیار ہو جاتا ہے۔)

☆جو دوزخ سے ڈرتا ہے وہ خواہشات سے کنارہ کش ہو جاتا ہے(کیونکہ خواہشات کی پیروی دوزخ میں لے جاتی ہے،حدیث پاک میں ہے کہ جہنم خواہشات سے ڈھانپی گئی ہے،یعنی خواہشات کے پردے اٹھاتے جاؤ نیچے سے جہنم برآمد ہوگی۔)(ارشاد العباد صفحہ ۹۰)

27۔ حرفة العارف:

قال بعض الحکما:(حرفة العارف ستة اشیاءَ:اذا ذکر الله افتخر واذاذکرنفسه احتقر واذا نظر فی آیات الله ﷻ اعتبر ،واذا هم بمعصیة او شهوة انزجر واذا ذکر عفو الله استبشر ،واذا ذکر ذنوبه استغفر)

عارف کا مشغلہ

کسی دانا کا قول ہے کہ عارف کا مشغلہ چھ چیزیں ہیں:

☆جب اللہ کو یاد کرتا ہے تو فخر کرتا ہے۔

☆جب اپنے نفس کو یاد کرتا ہے تو حقارت سے یاد کرتا ہے۔

☆جب اللہ کی آیات دیکھتا ہے تو نصیحت پکڑتا ہے۔

☆جب گناہ اور شہوت کا خیال آتا ہے تو اسے چھوڑ دیتا ہے۔

☆جب اللہ کے عفو و درگزر کو دیکھتا ہے تو خوش ہوتا ہے۔

☆جب اپنے گناہوں کو یاد کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ سے معافی مانگتا ہے۔ (تنبیہ الغافلین صفحہ ۱۰۶)

28: حقوق الوالدین علی الولد

للوالدین علی الولد عشرة حقوق:

أحدها: انه اذا احتاج احدهما الی الطعام اطعمه.

والثانی: اذا احتاج الی الکسوة کساه ان قدر علیه قال الله تعالیٰ (وصاحبهما فی الدینا معروفا)(لقمان :۱۵)فقال ﷺ :المصاحبة بالمعروف:ان یطعمها اذا جاعا ،ویکسوهما اذا عریا

والثالث: اذا احتاج احدهما الی خدمته خدمه

والرابع: اذا دعاه اجابه حضره.

والخامس:اذاامره بامر اطاعه :مالم یامر بالمعصیة والغیبة.

والسادس:ان یتکلم معه باللدین ولا یتکلم معه بالکلا م الغلیظ.

والسابع:ان لا یدعوه باسمه.

والثامن:ان یمشی خلفه.

والتاسع.ان یرضی له ما یرضیٰ لنفسه، ویکره له ما یکره لنفسه.

والعاشر:ان یدعوله بالمغفرة، کلما یدعو لنفسه.

والدین کے اولاد پر حقوق

Nafse Islam WWW.NAFSEISLAM.COM

والدین کے اولاد پر دس حقوق ہیں:

☆جب ان میں سے کوئی کھانے کا محتاج ہو تو اسے کھانا کھلائے۔

☆اور جب لباس کا محتاج ہو تو بشرطا اسے لباس پہنائے۔ارشاد باری تعالٰی ہے: اور دنیا (کی زندگی) میں ان کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آؤ) نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: (مصاحبت بالمعروف کا معنیٰ ہے: جب وہ بھوکے ہوں تو انہیں کھانا کھلاؤ اور جب ننگے ہوں تو کپڑے پہناؤ)۔

☆جب ان میں سے کسی کو اس کی خدمت کی ضرورت تو خدمت کرے۔

☆جب وہ بلائیں تو ان کو جواب دے اور ان کی خدمت میں حاضر ہو۔

☆جب وہ حکم دیں تو ان کا حکم مانے سوائے گناہ اور غیبت کے حکم کے۔

☆ان کے ساتھ نرم لہجے میں گفتگو کرے، درشت اور سخت لہجے میں گفتگو نہ کرے۔

☆ان کو نام لے کر نہ بلائے۔

☆ان کے پیچھے چلے (آگے نہ چلے)۔

☆جو چیز اپنے لئے پسند کرتا ہے ان کے لئے بھی وہی پسند کرے اور جو اپنے لئے ناپسند کرتا ہے ان کے لئے بھی ناپسند کرے۔

☆جب بھی اپنے لئے دعا مانگے ان کی مغفرت کے لئے بھی دعا مانگے۔ (تنبیہ الغافلین صفحہ ۱۲۸)

تبصرہ

اسلام نے والدین کو بہت بلند اور قابل احترام مقام عطا کیا ہے، قرآن وحدیث کی نصوص میں اللہ تعالٰی کی عبادت کے ساتھ والدین سے حسن سلوک کا حکم دیا گیا ہے اور جہاں اللہ تعالٰی اور رسول اللہ ﷺ نے شرک سے منع فرمایا ہے ساتھ ہی والدین کی نافرمانی اور ان کا دل دکھانے سے منع فرمایا ہے۔حدیث پاک میں نبی کریم ﷺ نے ایسے شخص کے لئے تباہی اور بربادی کی دعا کی ہے جس نے اپنے والدین (دونوں یا کسی ایک کو) بڑھاپے میں پایا اور ان کی خدمت کر کے جنت حاصل نہ کی، والدین جس صبر اور عزیمت سے اولاد کی پرورش کرتے ہیں اور اس راستہ میں آنے والی مشکلات خوشی خوشی برداشت کرتے ہیں کسی سے مخفی نہیں، وہ اپنا خون جگر پلا کر اولاد کو جواں کرتے ہیں، ان کے آرام وسکون اور مستقبل کو محفوظ بنانے کے لئے اپنا سب کچھ تج دیتے ہیں بلکہ جان کی بازی لگانے سے بھی دریغ نہیں کرتے۔والدہ کی اولاد کے ساتھ محبت اور جاں نثاری تو ایسی لازوال اور بے مثال ہے کہ اسے محسوس کیا اور دیکھا جا سکتا ہے لیکن لفظوں میں بیان نہیں کیا جا سکتا۔

D.Hemans نے کہا ہے:

There is not found of deep, strong, deathless love, save that within a mother's heart.

لازوال محبت کا گہرا اور طاقتور چشمہ صرف ماں کے دل سے پھوٹتا ہے۔

لہٰذا سعادت مند اولاد کا فرض بنتا ہے کہ وہ اپنے ان محسنوں (والدین) کی خدمت میں کوئی کوتاہی روا نہ رکھیں، اپنا مال و دولت اور جسمانی توانیاں ان کی خدمت کے لئے وقف کر دیں۔ان کی فرمانبرداری کریں اور ہر حوالہ سے انہیں عزت واحترام دیں، ان کے سامنے عاجزی وانکساری کا پتلا بنے رہیں، ان کی صحت وسلامتی اور بعد از وفات ان کی مغفرت کی دعائیں کرتے رہیں۔اسی میں ان کی دنیا اور آخرت کی فلاح ہے، احادیث سے پتا چلتا ہے کہ والدین کا نافرمان اور ان کے حقوق ضائع کرنے والا اس دنیا میں بھی ذلیل ورسوا ہوتا ہے اور آخرت میں بھی شدید عذاب اس کا مقدر بنتا ہے۔

اسلامی معاشرے میں والدین کی عظمت کا اندازہ اس بات سے لگائیں کہ اسلام یہ بھی گوارا نہیں کرتا کہ اولاد والدین کے آگے چلے یا ان کا نام لے کر عامیانہ انداز میں انہیں بلائے۔اسلام تعلیم دیتا ہے کہ جب والدین کو بلائیں تو معزز القاب (قبلہ والد صاحب، ابا حضور وغیرہ) سے مخاطب کریں۔موجودہ نسل اس حوالہ سے بہت غافل ہے۔وہ والدین کا نام لینا بھی گوارا نہیں کرتے بلکہ بڑے گھٹیا قسم کے الفاظ والدین کے لئے استعمال کرتے ہیں۔دیہاتی ماحول میں نوجوان اپنے والدین کے لئے بڈھی اور بڈھا کے الفاظ استعمال کرتے ہیں جو سخت ناپسندیدہ ہیں۔

مغرب کی جدید تہذیب کا ایک المیہ یہ بھی ہے کہ اولاد بوڑھے والدین کو بوجھ اور مصیبت سمجھتی ہے۔انہیں دارالامان اور اولڈ ہاؤسز میں پھینک دیا جاتا ہے۔جن گھروں کی بنیادوں میں ان کی جوانیاں دفن ہوتی ہیں ان کے دروازے ان پر بند ہو جاتے ہیں۔جن بچوں کو پروان

WWW.NAFSEISLAM.COM

چڑھانے پر انہوں نے اپنی تمام توانیاں صرف کی تھیں اب سالوں ان کے چہرے دیکھنے کو ترستے ہیں۔ مرنے پر بچے ان کی قبر پر پھولوں کا ایک گلدستہ رکھ کر سارے احسانات حساب چکا دیتے ہیں۔ والدین بھی اسے جواب آں غزل سمجھ کر بڑے صبر سے برداشت کر لیتے ہیں، کیونکہ انہوں نے بھی اپنے والدین کے ساتھ یہی سلوک کیا تھا۔ محترم پیرزادہ امداد حسین ایک لطیفہ اپنی تقریر میں سنایا کرتے ہیں۔ آپ بھی ملاحظہ فرمائیں اور عبرت حاصل کریں۔ ایک نوجوان نے اپنے بوڑھے باپ کو گھر سے نکال دیا۔ باہر شدید سردی تھی، بوڑھے نے التجا کی کہ اگر اس گھر پر میرا اور کوئی حق نہیں تو کم از کم مجھے ایک کمبل تو دے دو تا کہ سردی سے بچاؤ کر سکوں۔ نوجوان نے اپنے بیٹے سے کہا کہ بیٹا اپنے دادا جی کو ایک کمبل اٹھا کر دے دو۔ بچے نے کمبل اٹھایا اور اسے خوب ناپ تول کر درمیان سے کاٹنے لگا۔ نوجوان نے پوچھا، بیٹا کمبل کاٹ کیوں رہے ہو؟ بچے نے جواب دیا: آدھا کمبل (Grand dad) کو دوں گا اور آدھا رکھ لوں گا، کیونکہ کل جب میں آپ کو گھر سے نکالوں گا تو آپ کو بھی تو کمبل کی ضرورت ہوگی۔

آخر میں قرآن وحدیث کی چند نصوص پیش خدمت ہیں جن میں والدین کے حقوق کی اہمیت اور فضیلت بیان کی گئی ہے۔

(ووصينا الانسان بوالديه حسنا) (العنکبوت:۸)

اور ہم نے انسان کو اس کے ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید کی۔

وقضٰی ربک ان لا تعبدوا الا اياه وبالوالدين احسانا اما يبلغن عندک الکبر احدهما او کلاهما فلا تقل لهما اف ولا تنهر هما وقل لهما قولا کريما واخفض لهما جناح الذل الرحمة وقل رب ارحمهما کما ربياني صغيرا (الاسراء:۲۳،۲۴)

اور آپ کے رب کا یہ فرمان ہے کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور ماں باپ کے ساتھ بھلائی کیا کرو اگر تمہارے سامنے ان میں سے ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان کو اف تک نہ کہو (کوئی معمولی سی بات بھی اس طرح زبان پر نہ آئے کہ انہیں ناگوار گزرے) اور نہ انہیں جھڑکو بلکہ ان سے ادب کے ساتھ بات کرو اور اپنے بازو نہایت عاجزی اور نیازمندی سے ان کے سامنے جھکا دو اور ان کے لئے دعا کرو کہ اے میرے پروردگار تو ان پر رحم فرما جس طرح انھوں نے مجھے (شفقت اور محبت سے) پالا تھا۔

(ان اشکرلي ولوالديک) (لقمان:۱۴)

تو میرا اور اپنے والدین کا شکر ادا کر۔

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے تین مرتبہ ارشاد فرمایا:

ذلیل ورسوا ہووہ شخص (اور پھر فرمایا) جس نے والدین میں سے ایک کو یا دونوں کو بڑھاپے میں پایا اور جنت حاصل نہ کر سکا۔ رواہ مسلم

سیدنا ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک شخص نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور عرض کی میری امی کہتی ہے کہ میں اپنی بیوی کو طلاق دے دوں، لیکن میں اسے طلاق نہیں دینا چاہتا۔ (راوی) کہتے ہیں میں نے سنا کہ نبی کریم ﷺ فرما رہے ہیں (جو) والد (کی) اطاعت کرتا ہے اس کے لئے جنت کا درمیانی دروازہ ہے، اگر تو چاہتا ہے تو اسے ضائع کردے اور اگر چاہتا ہے تو اسے بچالے۔ (رواہ ترمذی)

29: اربعة ظاهر هن فضيلة وباطنهن فريضة:

اربعة ظاهر هن فضيلة وباطنهن فريضة:

☆مخالطة الصالحين فضيلة والاقتدا بهم فريضة

☆تلاوة القرآن فضيلة والعمل به فريضه.

☆زيارة القبور فضيلة والاستعداد للموت فريضة.

☆عيادة المريض فضيلة والتخاذالوصية منه فريضة.

چار باتیں ظاہر میں فضیلت لیکن حقیقت میں فرض ہیں۔

چار باتیں ہیں جن کا ظاہر فضیلت لیکن ان کا باطن فرض ہیں۔

☆ نیک لوگوں کے ساتھ میل جول فضیلت ہیں لیکن ان کی اقتداء فرض ہے۔

☆ قرآن پاک کی تلاوت کرنا فضیلت ہے لیکن اس کے مطابق عمل کرنا فرض ہے۔

☆ قبروں کی زیارت فضیلت ہے لیکن موت کی تیاری فرض ہے۔

☆ مریض کی عیادت فضیلت ہے لیکن اس سے وصیت لینا فرض ہے۔ (ارشاد العباد صفحہ ۹۰)

تبصرہ:

موجودہ دور میں امت مسلمہ فرائض کی بجائے فضائل کی دلدادہ ہو چکی ہے، اعمال کے مقاصد کو پس پشت ڈال دیا گیا ہے اور ان کی ظاہری ہیئت کو ہی سب کچھ سمجھ لیا گیا ہے، اولیاء وصلحا کے پاس جانے کا مقصد تو یہ ہے کہ ان سے رہنمائی لی جائے، ان کی تعلیمات پر عمل کر کے اور اپنے آپ کو ان کی سیرتوں کے سانچے میں ڈھال کر عرفان الٰہی کی منزل سر کی جائے، لیکن ہمارا ان کے ساتھ تعلق ذو معنیٰ قسم کا ہے، ظاہر تو یہ کیا جاتا ہے کہ ہم ان کی للّٰہیت سے متاثر ہو کر ان کے پاس جا رہے ہیں، لیکن پس منظر میں دنیاوی اور مادی مقاصد چھپے ہوتے ہیں اور جو لوگ واقعی لوجہ اللہ الصالحین کے پاس جاتے ہیں وہ بھی آنے جانے اور ان کے ہاتھ پاؤں چومنے کو ہی کافی سمجھتے ہیں اور اصل مقصد ان کی پیروی اور اقتدا سے دور رہتے ہیں۔ موجودہ دور میں کسی کے صالح اور نیک ہونے کا جو معیار رائج ہے وہ بھی از بس بودا اور خام ہے جنہیں ہم صالح سمجھتے ہیں ان کی اکثریت کا کردار قابل تقلید نہیں بلکہ قابل نفرت ہے۔

نبی کریم ﷺ نے قبروں کی زیارت کی ترغیب دی ہے کیونکہ اس سے آخرت کی یاد تازہ ہوتی ہے اور موت کا تصور اجاگر ہوتا ہے لیکن اب قبروں کی زیارت بھی معمول کی سیر بن گئی ہے۔ قبرستان میں بھی ہمیں موت یاد نہیں آتی۔ جنازے کے مواقع پر میت سامنے پڑی ہوتی ہے، حد نظر تک قبریں پھیلی ہوتی ہیں لیکن ہم آخرت کے تصور سے بے نیاز آباؤ اجداد کی ہڈیوں پر کھڑے ہنسی مذاق اور لغو گفتگو میں مشغول ہوتے ہیں، مریض کی عیادت بھی فضیلت ہے مقصد نہیں، مقصد اس سے وصیت حاصل کرنا اور جذبہ ہمدردی کا اظہار ہے۔ تلاوت قرآن عبادت بھی ہے اور فضیلت بھی، لیکن اس سے مقصود قرآن پاک کے احکام کو سمجھنا اور ان پر عمل کرنا ہے لیکن بدقسمتی سے امت مسلمہ ان مقاصد کا شعور بھی کھوتی جا رہی ہے۔

30۔ کیف یرضی الولد والدیہ؟

ان الوالدین اذا ماتا ساخطین علی الولد یرضیھما بثلاثۃ أشیا:

اولھا: ان یکون الولد صالحا فی نفسہ، لانہ لا یکون شئی احب الیھما من صلاحہ.

والثانی: ان یصل قرابتھما واصدقا ئھما.

والثالث: ان یستغر لھما ویدعولھما ویتصدق عنھما.

بیٹا اپنے والدین کو کیسے راضی کرے۔

والدین جب بیٹے سے ناراض فوت ہو جائیں ان کو تین چیزوں سے راضی کرے:

☆ بیٹا خود نیک بنے کیونکہ والدین کے لئے بیٹے کے نیک ہونے سے زیادہ پسندیدہ چیز کوئی نہیں۔

☆ ان کے رشتہ داروں اور دوستوں سے تعلق رکھے اور ان سے نیکی کرے۔

☆ ان کے لئے مغفرت طلب کرے، دعا کرے اور صدقہ کرے۔ (تنبیہ الغافلین صفحہ ۱۲۹)

تبصرہ

والدین کے وصال کے بعد بھی اولاد پر ان کے حقوق جاری رہتے ہیں کہ، سب سے پہلا حق تو یہ ہے کہ اولاد خود نیک بنے اور اچھا کردار اپنائے یہ والدین کے لئے صدقہ جاریہ ہوگا، مزید برآں اس سے ان کی نیک نامی بھی ہوگی اور قبر میں روح بھی ٹھنڈی ہوگی۔ کہتے ہیں کہ بیٹے تین قسم کے ہوتے ہیں پہلے وہ جو اپنے والدین کے لئے باعث بدنامی ہوتے ہیں ان کے مقام و مرتبہ کو بٹہ لگاتے ہیں اور ان کی اچھی شہرت کو داغ داغ کر دیتے ہیں انہیں کپوت کہا جاتا ہے۔ دوسرے وہ جو والدین کی عزت و شہرت میں اضافہ تو نہیں کر سکتے لیکن انہوں نے معاشرے میں جو مقام بنایا ہوتا ہے اسے قائم رکھتے ہیں اور اس میں کمی نہیں آنے دیتے انہیں پوت کہا جاتا ہے اور تیسرے وہ جو اپنے والدین کی عزت و شہرت کو چار چاند لگا دیتے ہیں اور ان کی نیک نامی میں اور اضافہ کرتے ہیں، اپنے والدین کے مشن کو آگے بڑھاتے ہیں یہ سپوت کہلاتے ہیں۔

دوسرا حق یہ ہے کہ ان کے رشتہ داروں اور دوستوں سے اچھا تعلق رکھے، ان کا ادب واحترام بجالائے اور ان کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آئے، ایک آدمی سے کسی نے پوچھا کہ تمہارے دوست زیادہ ہیں یا تمہارے باپ کے زیادہ تھے۔ اس نے جواب دیا کہ میرے دوست زیادہ ہیں سوال کرنے والے نے کہا تم تو بڑے گستاخ ہو کیونکہ تم اپنے کو والد سے بڑا ثابت کر رہے ہو یعنی تم بڑے لچپال ہو اور والد سے زیادہ دوستیاں پالنے والے ہو۔ اس نے کہا: میں گستاخ نہیں ہوں بلکہ سعادت مند بیٹا ہوں، اصل بات یہ ہے کہ میرے اپنے بھی دوست ہیں اور

میں نے والد صاحب کے دوست بھی رکھے ہوئے ہیں یعنی والد صاحب کے وصال کے بعد ان کی دوستیاں اور رشتہ داریاں میں نے قائم رکھی ہوئی ہیں اس طرح میرے دوست زیادہ بنتے ہیں۔ حدیث کے الفاظ ہیں (ان من ابر البر ان یصل الرکل اھل ودابیہ بعد ان یولی) سب سے بڑی نیکی یہ ہے کہ آدمی والدین کی وفات کے بعد ان سے محبت کرنے والوں (دوستوں) سے صلہ رحمی کرے (رواہ مسلم)۔

تیسرا حق یہ ہے کہ والدین کے لئے مغفرت کی دعائیں کرے اور مالی وبدنی عبادات کر کے ان کو ایصال ثواب کرے۔ اس ضمن میں سب سے بہترین دعا وہ ہے جو قرآن نے سکھائی ہے، پندرہویں پارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

(رب ارحمھما کما ربینی صغیرا) (الاسراء:۲۴)

اے میرے پروردگار! میرے والدین نے جس طرح مجھے بچپنے میں شفقت ومحبت سے پالا تھا تو بڑھاپے میں ان کو صحت وتندرستی عطا فرما اور وصال کے بعد ان کو دامن رحمت میں جگہ عطا فرما۔

ایک حدیث مبارکہ جس میں والدین کی وفات کے بعد ان کے حقوق کا ذکر ہے۔

حضرت مالک بن ربیعہ ساعدی ﷺ روایت کرتے ہیں ہم نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں بیٹھے تھے تو بنی سلمہ سے ایک شخص آیا اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ میرے والدین کی وفات کے بعد بھی ان کے کوئی حقوق مجھ پر ہیں جو میں ادا کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا (ہاں، ان کے لئے دعا کرو، ان کے لئے استغفار کرو، ان کے وصال کے بعد ان کے عہد (وصیت وغیرہ) کو پورا کرو، خاص ان کے رشتہ داروں سے صلہ رحمی کرو اور ان کے دوستوں کی عزت کرو۔) رواہ ابوداؤد

ہر سعادت مند بیٹے کو ان حقوق کا خیال رکھنا چاہئے لیکن جس بدقسمت بیٹے کے والدین اس سے ناراض فوت ہوئے ہوں اسے تو یہ نسخہ کیمیا ضرور اپنانا چاہئے، ہوسکتا ہے اس طرح اس کے والدین اس سے راضی ہو جائیں اور ان کے صدقے اللہ تبارک وتعالیٰ بھی راضی ہو جائیں۔ حدیث پاک میں آیا ہے کہ جس کے والدین ناراض ہوں خدا اس سے راضی نہیں ہوتا۔

31۔ علاج قسوۃ القلوب

اذا رأیت من قلبک قسوۃ فاکثر من تلاوۃ القرآن بتدبر و تفکر وجالس الذاکرین واصحب الزاھدین وعلیک بالسنۃ وسیرۃ النبی ﷺ وسیرۃ اصحابہ ﷺ.

دل کی سختی کا علاج

جب تم اپنے دل میں سختی پاؤ تو (مندرجہ ذیل کام کرو ان شاء اللہ تعالیٰ سختی دور ہوگی اور دل میں رقت اور نرمی پیدا ہوگی)

☆ تدبر اور تفکر کے ساتھ کثرت سے قرآن پاک کی تلاوت کرو۔

☆ اللہ تبارک وتعالیٰ کا ذکر کرنے والوں کے ساتھ بیٹھو۔

☆ زاہدوں کی صحبت اختیار کرو۔

☆ نبی کریم ﷺ کی سنت، آپ ﷺ اور صحابہ کرام ﷺ کی سیرت کو اپناؤ۔ (ارشاد العباد صفحہ ۸)

تبصرہ

قرآن اور حدیث اور اصحاب رسول اللہ ﷺ کی سیرتوں کا مطالعہ ان کے مطابق عمل کرنے اور صالحین وذاکرین کی صحبت سے دلوں میں سوز وگداز پیدا ہوتا ہے اور پتھر دل بھی خشیت الٰہی سے نرم پڑ جاتے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

(اذا ذکر اللہ وجلت قلوبھم) (الحج:۳۵)

جب ان کے سامنے اللہ کا نام لیا جاتا ہے تو ان کے دل ڈر جاتے ہیں۔

32۔ اربعۃ من سعادۃ المرء

روی عن رسول اللہ ﷺ (اربع من سعادۃ المرء: ان تکون زوجہ صالحۃً، واولادہ ابرارا، وخلطاؤہ صالحین، وان یکون رزقہ فی بلدہ)

چار چیزیں آدمی کی سعادتمندی ہیں۔

رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا (چار چیزیں آدمی کی سعادت مندی ہیں)

☆ بیوی صالحہ ہو

WWW.NAFSEISLAM.COM

☆اولاد نیک ہو

☆سوسائٹی اچھی ہو

☆روزگار اپنے شہر میں ہو (تنبیہ الغافلین صفحہ ۱۳۱)

تبصرہ

مندرجہ بالا حدیث شریف میں چار چیزوں کو سعادت مندی کی علامت قرار دیا گیا ہے۔ تجربہ اور مشاہدہ بھی یہی بتاتا ہے کہ جس شخص کو یہ چار چیزیں نصیب ہو جائیں وہ بڑی پرسکون اور باوقار زندگی گزارتا ہے۔ سیدنا عمر ؓ کا ارشاد ہے کہ نیک سیرت، بلند کردار اور سمجھدار بیوی ایمان کے بعد سب سے بڑی نعمت ہے۔ اسی لئے نبی کریم ﷺ نے تعلیم دی ہے کہ رفیقۂ حیات کے انتخاب کے وقت حسن و جمال، مال و دولت اور اونچے نسب کی بجائے سیرت و کردار اور اخلاق و عبادات کو میرٹ بنائیں۔

اولاد بھی اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے بشرطیکہ وہ نیک اور صالح ہو ورنہ بد کردار اور گمراہ اولاد تو سوہان روح بن جاتی ہے، نیندیں حرام اور آرام وسکون تباہ ہو جاتا ہے۔ وہ والدین جن کی اولادیں ان کی وفادار اور فرمانبردار نہیں، راہ ہدایت سے بھٹک چکی ہیں، دن کو آوارہ گردی اور رات کو نائٹ کلبوں کی حاضری ان کا محبوب مشغلہ ہے، کبھی ان (والدین) کے ویران دلوں میں جھانکیں وہاں حسرتیں اور زندہ در گور تمنائیں آپ کا استقبال کریں گی۔ ان سے داستانِ غم سنیں ان سے زیادہ آپ روئیں گے، قرآن نے جو دعائیں سکھائی ہیں ان میں سے ایک اہم دعا یہ ہے (ربنا ھب لنا من ازواجنا وذریاتنا قرۃ اعین واجعلنا للمتقین اماما) (الفرقان: ۷۴) اے ہمارے پروردگار! ہماری بیویوں اور اولادوں کو ہمارے دلوں کا چین اور آنکھوں کی ٹھنڈک بنا اور ہمیں پرہیزگاروں کا پیشوا بنا۔

زندگی میں اچھے، مخلص اور وفادار دوست میسر آ جانا بڑی خوش بختی ہے۔ ناسمجھ، جاہل، خودغرض اور بد کردار دوست سے عقل مند اور نیک سیرت دشمن بہتر ہوتا ہے، مولانا روم تو اس سے بھی آگے چلے گئے ہیں فرماتے ہیں ''مار بد بہ از یار بد'' برے آدمی کی دوستی سے خطرناک اور زہریلے سانپ کی سنگت اچھی ہے۔ مولانا اس کی وجہ بھی بیان فرماتے ہیں کہ سانپ تو صرف جان کا دشمن ہے لیکن برے دوست اور بری سوسائٹی جان کے ساتھ ایمان کی بھی دشمن ہے، نبی کریم ﷺ نے اچھے دوست کی مثال عطار اور اس کی خوشبو سے دی ہے اور برے دوست کی مثال لوہار اور اس کی دھواں اگلتی بھٹی سے دی ہے۔ اس مضمون کی اہمیت مندرجہ ذیل ادب پاروں سے سمجھیں۔

(اطلبو الجار قبل الدار)

گھر سے پہلے اچھا پڑوسی تلاش کرو۔

(اطلبو الصدیق قبل الطریق)

راہ پڑنے سے پہلے کوئی اچھا ساتھی تلاش کرو۔

اپنے شہر میں گھر کے قریب روزگار کی جو افادیت ہے اس کا کون منکر ہو سکتا ہے، جسے روزگار کی تلاش گھر سے دور لے جائے وہ بیچارا گھر کا رہتا نہ گھاٹ کا۔ ہر روز گھر سے جائے آئے تو سفر کی صعوبتیں اور اخراجات کا بوجھ برداشت کرنا پڑتا ہے اور گھر سے دور روزگار کی جگہ پر رہے تو گھر اور بچوں سے جدائی کا عذاب سہنا پڑتا ہے۔ عدم سرپرستی کی وجہ سے بچوں کی تعلیم و تربیت متاثر ہونے کے ساتھ ساتھ کئی انجانے اندیشے انسان کے مستقل ساتھی بن جاتے ہیں۔

33۔ العجلۃ محمودۃ فی ستۃ اشیاء

قال الحکماء: (العجلۃ تحسن فی ستۃ اشیاء: فی تجھیز المیت، وتزویج البنت اذا بلغت، وقطف الثمرۃ واذا استوت، وقضاء الدین اذا وجب والتوبۃ من الذنب اذا فرط، واطعام الضیف اذا نزل)

چھ چیزوں میں جلدی پسندیدہ ہے۔

حکماء نے کہا ہے کہ چھ چیزوں میں جلدی بہتر ہوتی ہے۔

☆میت کی تجہیز و تکفین میں

☆لڑکی جب بالغ ہو جائے تو اس کی شادی کرنے میں

☆پھل جب تیار ہو جائے تو اس کو کاٹنے میں

☆قرض کے ادا کرنے میں، جب اس کی ادائیگی واجب ہو جائے

☆ گناہ سرزد ہو جائے تو اس سے توبہ کرنے میں
☆ مہمان آ جائے تو اس کو کھانا کھلانے میں۔ (ارشادالعباد ۹۱)

تبصرہ

جلد بازی اسلام میں بالعموم ناپسندیدہ ہے حدیث پاک میں ہے کہ فی العجلۃ ندامۃ۔ جلدی بازی باعث ندامت ہے"۔ لیکن مندرجہ بالا چیزوں میں شریعت نے جلدی کو پسند کیا ہے۔ حکماء کے مندرجہ بالا قول سے ملتے جلتے الفاظ میں نبی کریم ﷺ سے ایک حدیث بھی رویت کی گئی ہے۔ ہمارا المیہ یہ ہے کہ ہماری گنگا الٹی بہتی ہے۔ جہاں شریعت نے صبر کی تلقین کی ہے وہاں ہم بہت جلد باز لیکن جہاں جلدی کا کہا ہے وہاں بہت سست رو اور کاہل واقع ہوئے ہیں، میت کی تجہیز و تکفین اور بیٹیوں کی شادیوں میں بغیر کسی شرعی رکاوٹ کے تاخیر کرنا عام رواج بن گیا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا میت کی تجہیز و تکفین میں جلدی کرو اور اسے اس کے مقام پر پہنچاؤ، اگر وہ نیک ہے تو اسے اس کے اچھے مقام سے دور رکھنا زیادتی ہے اور اگر برا ہے تو تمہارے کندھوں پر بوجھ ہے اسے جلدا تارو۔ عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ میت کا کوئی عزیز اگر دور ہے تو صرف اس کے انتظار میں میت کو برف میں لگا کر رکھ دیا جاتا ہے، میت کے ساتھ یہ بہت بڑی زیادتی ہے، مردے کو بھی زندگی کی طرح گرمی، سردی اور دیگر چیزوں کا احساس ہوتا ہے، شریعت کا حکم ہے کہ جنازہ کو اٹھاؤ تو آہستہ اور اعتدال کے ساتھ چلو، جلدی چلنے سے میت کو جھٹکے لگنے اور تکلیف پہنچنے کا اندیشہ ہے، جب کوئی زندہ چند گھنٹے بھی برف میں نہیں رہ سکتا تو میت کے ساتھ یہ ظلم کیوں کیا جاتا ہے؟ الہٰذا کسی شرعی عذر کے بغیر میت کی تجہیز و تکفین میں تاخیر بے جواز اور سخت ناپسندیدہ ہے۔ بیٹے یا کسی عزیز کا منہ دیکھنا اتنا اہم نہیں کہ اس کے لئے شریعت کے حکم کو پس پشت ڈال دیا جائے۔

حدیث پاک میں ہے کہ جب بچے بالغ ہو جائیں اور مناسب رشتہ میسر ہو تو جلدی ان کی شادی کر دی جائے، انگریزی تعلیم اور امتحانات کی مصیبت قوم کے سر پر سوار ہو چکی ہے کہ یہ نصیحت بھی پس منظر میں چلی گئی ہے، لڑکیاں بھی لڑکوں کے ساتھ ڈگریوں کی دوڑ میں شامل ہو گئی ہیں، شادی ہو جائے تو ڈگریوں کا حصول ممکن نہیں رہتا، ڈگریاں مل جائے تو خود ساختہ مناسب رشتہ (ڈگریوں اور عہدے والے لڑکے) کی تلاش شروع ہو جاتی ہے، رشتہ مل جائے تو ان کے اپنے مطالبات ہوتے ہیں، لڑکا چاہتا ہے کہ لڑکی نوخیر (Teen ager) ہو لیکن ادھر تو ڈگریوں کے حصول میں جوانی ڈھل گئی ہوتی ہے۔ دوسری طرف معاشرے میں بڑھتی ہوئی عریانی، ہیجان انگیز فلمیں اور فحش گانے خواہشات کو ابھارتے ہیں، لڑکے اور لڑکیاں فطری جذبات کی تسکین کے لئے غلط راہوں پر چل نکلتے ہیں، والدین نے اگر شادی میں تاخیر کی ہے تو وہ بھی اس گناہ میں برابر کے شریک ہوں گے اور اگر تاخیر کا باعث لڑکے اور لڑکیاں خود بنے ہیں تو اس گناہ کا بوجھ صرف انہی پر ہوگا۔

قرض کی ادائیگی فرض ہے لیکن ہمارے نزدیک فرض کی کوئی اہمیت ہی نہیں، ہم نفل اور مستحبات (اور وہ بھی اپنی خواہشات کے تابع) کو ہی سب کچھ سمجھتے ہیں، اکثر دیکھنے میں آیا ہے کہ مقروض قرض ادا کرنے کی بجائے تحائف اور دعوتوں سے قرض خواہ کو خوش رکھنا چاہتا ہے اور اسی کو حسن معاشرت اور معاملات کی خوبی سمجھتا ہے۔ قرض ادا کرنا بہت مشکل لگتا ہے اتنی ہی رقم تحائف اور دعوتوں میں اڑا دینا بالکل آسان معلوم ہوتا ہے توبہ میں جلدی اس لئے ضروری ہے کہ زندگی کا کوئی اعتبار نہیں معلوم نہیں اگلی سانس نصیب ہوگی یا نہیں، لہٰذا لمحہ موجود کو غنیمت جانیں اور اسی میں اپنے معاملات درست کر لیں۔

34۔ قال عثمان رضی اللہ عنہ

قال عثمان رضی اللہ عنہ: (وجدت حلاوۃ العبادۃ فی اربعۃ اشیاء: فی اداء فرائض اللہ، وفی اجتناب محارم اللہ، وفی الامر بالمعروف ابتغاء ثواب اللہ، وفی النھی عن المنکر اتقا غضب اللہ)

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: (میں نے عبادت کی چاشنی (مٹھاس) چار چیزوں میں پائی ہے: اللہ کے مقرر کردہ فرائض کی ادائیگی میں۔ اللہ کی حرام کردہ چیزوں سے بچنے میں۔ اللہ کی رضا حاصل کرنے کی غرض سے نیکی کا حکم دینے میں۔ اور اللہ کے غضب سے بچنے کی خاطر برائی سے روکنے میں۔) (ارشدالعباد صفحہ ۹۰)

تبصرہ

بعض دفعہ مرض کی وجہ سے انسان کا ذائقہ بدل جاتا ہے اسے میٹھی چیزیں بھی کڑوی لگتی ہیں ہم کیونکہ روحانی مریض ہیں اس لئے ہمارے بھی ذائقے بدل گئے ہیں۔ جن چیزوں میں اسلاف کو عبادت کا کیف اور لذت نصیب ہوتی تھی وہ ہمیں کڑوی لگتی ہیں۔ سیدنا عثمان رضی اللہ

عنہ کہتے ہیں مجھے عبادت کا کیف اور سرور فرائض کی ادائیگی اور حرام چیزوں سے بچنے میں ملتا ہے لیکن ہمیں یہی کیف نوافل، مستحبات بلکہ فضول قسم کے مباحات میں ملتا ہے اور فرائض ہمارا ذائقہ خراب کر دیتے ہیں۔ بعض دفعہ ہم مستحبات میں ایسے مشغول ہوتے ہیں کہ فرائض پس منظر میں چلے جاتے ہیں۔ مثلاً کئی دوست مسجد کے قریب نماز کے اوقات میں اپنے گھر محفل ذکر، گیارھویں شریف یا ختم و درود کا اہتمام کر لیتے ہیں اور اس میں اتنے مشغول ہو جاتے ہیں کہ کئی نمازیں رہ جاتی ہیں بلکہ جو لوگ مدعو ہوتے ہیں وہ بھی نماز کے لئے نہیں جاتے اور اس دن مسجد میں نمازیوں کی تعداد بہت کم ہوتی ہے۔ گیارھویں شریف اور دیگر نذر و نیاز پر تو بڑے شوق سے مال خرچ کرتے ہیں لیکن فرض زکوۃ ادا کرتے ہوئے ہاتھ کانپتے ہیں۔ میں نوافل اور مستحب امور کی مخالفت نہیں کر رہا صرف ترجیحات بدلنے کی بات کر رہا ہوں۔ فرائض اور واجبات کی ادائیگی کے بعد ان مستحبات پر جتنا زیادہ مال خرچ کریں اور ٹائم دیں کم ہے، لیکن فرائض اور واجبات کی قیمت پر مستحبات ادا کیے جائیں تو مستحبات بھی بے قدر و قیمت ہی رہتے ہیں۔ فرض کی اہمیت کو واضح کرتے ہوئے بزرگوں نے کہا ہے انسان پوری زندگی نفل پڑھتا رہے تو وہ فجر کے دو فرضوں کے برابر نہیں ہو سکتے اور کروڑوں روپے کے نفلی صدقات زکوۃ کے ایک ٹکے کے برابر نہیں ہو سکتے۔ حرام کاموں سے بچنے کے بارے میں بھی ہمارا رویہ یہی ہے، مچھر مارنے سے پہلے تو اس کے جواز کا فتوی لینا ضروری سمجھتے ہیں لیکن انسان کو بے تأمل قتل کر دیتے ہیں۔

دوسری چیز جس میں سیدنا عثمان ﷛ کو عبادت کی حلاوت ملتی ہے وہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہے۔ اسلام نے اپنے ماننے والوں کو صرف خود ہی نیکی کرنے اور برائی سے بچنے کا مکلف نہیں بنایا بلکہ دوسروں کو بھی ساتھ لے کر چلنے کا حکم دیا ہے اور اسے عبادت کا درجہ دیا ہے۔

حدیث نبوی ﷺ ہے:

من دل علیٰ خير فله مثل اجر فاعله

نیکی کی طرف راہنمائی کرنے والا نیکی کرنے والے کی طرح اجر کا مستحق ہے (رواہ مسلم)

بندۂ مومن کا امتیاز یہی ہے کہ اس کا وجود دوسروں کے لئے نافع ہوتا ہے وہ جو خیر اور بھلائی اپنے لئے پسند کرتا ہے وہی دوسروں کے لئے بھی پسند کرتا ہے اور جو چیز اپنے لئے ناپسند کرتا ہے وہ دوسروں کے لئے بھی ناپسند کرتا ہے۔ بلکہ بعض دفعہ (دنیاوی معاملات میں) اپنا نفع دوسروں کے دامن میں ڈال دیتا ہے اور دوسروں کا نقصان اپنے سر لے لیتا ہے۔ مومنوں کی شان میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

(ويوثرون على انفسهم ولو كان بهم خصاصة)

اور وہ (دوسروں کو) اپنی ذات پر ترجیح دیتے ہیں اور (انکی ضروریات کو مقدم رکھتے ہیں) اگرچہ خود ان کو شدید ضرورت (ہی کیوں نہ) ہو۔ (الحشر:۹)

اس قدر ایثار پیشہ انسان کب برداشت کر سکتا ہے کہ اس کے بھائی بند جہنم کا ایندھن بنیں اور غضب الٰہی کا شکار ہوں۔

نیکی کی دعوت اور برائی سے روکنے کے بارے میں قرآن و حدیث کا حکم

(كنتم خير امة اخر جت للناس تامرون بالمعروف وتنهون عن المنكر)

(مسلمانوں سب امتوں میں) تم بہترین امت ہو جسے سب لوگوں (کی ہدایت) کے لئے پیدا کیا گیا ہے تم اچھے کاموں کا حکم دیتے ہو اور برے کاموں سے روکتے ہو۔ (آل عمران:۱۱۰)

(ولتكن منكم امة يد عون الى الخير يامرون بالمعروف وينهون عن المنكر واولئك هم المفلحون)

اور تم میں ایک ایسی جماعت ہونی چاہئے جو لوگوں کو نیکی کی طرف بلایا کرے اور نیک کاموں کا حکم دیا کرے اور برائی سے منع کیا کرے اور یہی لوگ کامیابی حاصل کرنے والے ہیں۔ (آل عمران:۱۰۴)

قال رسول الله: (من رأى منكم منكرا فليغيره بيده ، فان لم يستطع فبلسانه ،فان لم يستطع فبقلبه و ذلك اضعف الايمان) رواہ مسلم۔

تم میں سے اگر کوئی برائی کو دیکھے (اور اس میں استطاعت ہو) تو وہ اسے ہاتھ سے روکے اگر ہاتھ سے روکنے کی استطاعت نہ ہو تو زبان سے روکے اور اگر زبان سے روکنے کی استطاعت بھی نہ ہو تو دل میں اسے برا سمجھے اور یہ ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے۔

35۔ ثلاثة من اخلاق اهل الجنة

يقال: ثلاثة من اخلاق اهل الجنة ،لا توجد الافى الكريم:

الاحسان الى المسئى

WWW.NAFSEISLAM.COM

والعفو عمن ظلمه
والبذل لمن حرمه
تین چیزیں اہل جنت کے اخلاق میں سے ہیں
کہا جاتا ہے کہ تین چیزیں اہل جنت کے اخلاق میں سے ہیں اور سوائے شریف آدمی کے کسی میں نہیں پائی جاتیں۔
☆برائی کرنے والے کے ساتھ نیکی کرنا۔
☆ظلم کرنے والے کو معاف کر دینا۔
☆جس نے محروم کیا ہو اسے عطا کرنا۔ (تنبیہ الغافلین صفحہ ۱۳۴)

36۔ زبیگا نگاں چشم زن کور باد

وعلامة المرأة الصالحة عند اهل الحقيقة ان يكون حسنها مخافة الله وغناها القناعة وحليها العفة اى التكفف من الشرور والمفاسد والاجتناب عن مواقع التهم يقال ان المرأة مثل الحمامة اذا نبت لها جناح طارت كذالك الرجل اذا زين امراته بالثياب الفاخرة فلا تجلس فى البيت ،قال الشيخ السعدى عليه الرحمة :

چوں زن راہ بازار گیر دبزن
وگرنہ تو در خانہ نشیں چوں زن
زبیگا نگاں چشم زن کور بار
چوبیروں شداز خانہ درگور باد

خدا کرے عورت کی آنکھ بیگانوں کو دیکھنے سے اندھی ہو جائے
اہل حقیقت کے نزدیک نیک عورت کی علامت یہ ہے کہ وہ خوف الٰہی کو اپنا حسن سمجھے، قناعت کو غنا اور عفت و پاکدامنی کو زیور یعنی برائیوں اور مفاسد کی جگہ سے بچنے کو اپنا سنگار سمجھے، کہا گیا ہے کہ عورت کبوتری کی مانند ہے جب اس کے پر پیدا ہوتے ہیں تو وہ اڑتی ہے اسی طرح جب مرد عورت کو فاخرہ (بھڑکیلا اور شوخ) لباس پہناتا ہے تو وہ گھر میں نہیں بیٹھتی (بلکہ باہر نکل کر اپنا بناؤ سنگار لوگوں کو دکھانے کی کوشش کرتی ہے)، شیخ سعدی نے فرمایا ہے:
جب عورت بازار جانے لگے تو اسے روکو، ورنہ خود عورت بن کر گھر بیٹھ جاؤ۔ خدا کرے بیگانے مردوں کو دیکھنے سے عورت کی آنکھ اندھی ہو اور گھر سے نکلے تو سیدھی قبر میں چلی جائے۔
(روح البیان جلد ہفتم صفحہ ۲۴۰)

تبصرہ
اسلام نے عورت کو جن احکامات کا پابند بنایا ہے پردہ ان میں سب سے اہم فرض اور بہترین عبادت، بلکہ ہر عبادت کی جان ہے، آج کی مسلمان خواتین کی اکثریت دین بیزار ہے، جن کا اسلام کے ساتھ تعلق ہے وہ بھی انتہائی ناقص ہے مثلاً بعض عورتیں نماز، روزہ کی پابند ہوتی ہیں بلکہ نوافل اور مستحبات کا بھی بڑا خیال رکھتی ہیں لیکن پردے کو کوئی اہمیت نہیں دیتیں۔ بڑے شہروں میں عورتیں صبح کی نماز کے بعد پارکوں میں مردوں کے ساتھ سیر کرتی ہیں ہاتھوں میں تسبیح بھی ہوتی ہے لیکن پردے کا کوئی خیال نہیں ہوتا، ایسی عورتیں بھی شیطان کو خوش کر رہی ہیں ساغر صدیقی کے الفاظ ملاحظہ فرمائیں۔

کل جنہیں چھو نہیں سکتی تھی فرشتوں کی نظر
آج وہ رونق بازار نظر آتے ہیں

بنیادی خرابی مرد کی اپنے فرائض سے غفلت ہے، مرد کو اللہ تعالیٰ نے نسوانیت زن کا نگہبان بنایا تھا لیکن وہ رہزن بن چکا ہے مردوں کی بہت بڑی اکثریت غیرت و حمیت سے محروم ہے اور وہ خود اپنی عورتوں کو جنس بازار اور شمع محفل بننے کی ترغیب اور داد دیتے ہیں، اس مسئلہ پر علامہ اقبال کا تبصرہ ملاحظہ فرمائیں:

ہزار بار حکیموں نے اس کو سلجھایا
مگر یہ مسئلہ زن رہا وہیں کا وہیں

قصورزن کا نہیں کچھ اس خرابی میں
گواہ اس کی شرافت پہ ہے مہ وپروین
فساد کا ہے فرنگی معاشرت میں ظہور
کہ مرد سادہ ہے بیچارا زن شناس نہیں

37۔ حق الجار علی الجار

عن الحسن البصری علیه الرحمة قال:قیل یا رسول الله .ماحق الجار علی الجار؟قال ﷺ(اذا استقر ضک اقر ضته،وان دعاک أحببته ،وان مرض عدته، وان استعان بک أغنته، وان أصابته مصیبته عزیته ، وان أصابه خیر هنیته وان مات شهدته ، وان غاب حفظته، ولا تؤذه بقتارِ قدرک الا ان تهدی الیه منه)

پڑوسی کاپڑوسی پرحق

حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ سے پوچھا گیاپڑوسی کاپڑوسی پرکیاحق ہے؟ آپ ﷺ نے ارشادفرمایا(جب وہ تجھ سے قرض مانگے تواسے قرض دو

جب وہ تجھے دعوت دے تواس کی دعوت قبول کرو
اگروہ بیمارہوجائے تواس کی عیادت کرو
وہ تجھ سے مدد مانگے تواس کی مددکرو
وہ کسی مصیبت میں پڑجائے تواس کے ساتھ اظہار ہمدردی کرو
اسے کوئی نعمت ملےتو مبارکباددو
مرجائے تواس کے جنازے میں شریک ہو
اگرگھر سے غائب ہوتو (اسکے گھر اوراہل وعیال کی) حفاظت کرو۔
اورتمہاری ہانڈی کی مہک اسے ایذانہ دے اوراگر یہ ممکن نہ ہو(اور یہ ہے بھی ناممکن) تواس میں سے اسے ہدیہ بھیجو)
(الترغیب والترہیب صفحہ۴۰۹)

تبصرہ

اسلام نے ہمسائے کووسیع حقوق دیئے ہیں اوران کی ادائیگی پر بہت زوردیا ہے۔نبی کریم ﷺ ارشادفرماتے ہیں کہ جبرائیل علیہ السلام پڑوسی کے حقوق سے متعلقہ احکام لاتے رہےاوران کی تاکید کرتے رہے یہاں تک کہ مجھے گمان ہونے لگا کہ پڑوسی کووراثت میں حقدارنہ بنادیا جائے جس شخص کاپڑوسی اس سے ناخوش ہووہ اچھا مسلمان نہیں کہلاسکتا۔حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیث پاک میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے تین بارارشادفرمایا(واللہ لایومن) قسم بخداوہ شخص مومن نہیں ہوسکتا،عرض کی گئی یارسول اللہ کون؟ تو آپ ﷺ نے ارشادفرمایا(الـذی لا یـأمـن جاره بوائقه) جس کاپڑوسی اس کی شرارتوں سے محفوظ نہ ہو۔اچھے پڑوس کی قدروقیمت کااندازہ مندرجہ ذیل واقعہ سے لگائیں۔

مشہورتابعی حضرت عبداللہ بن مبارک علیہ الرحمۃ کے پڑوس میں ایک یہودی رہتا تھااس نے اپنا گھر فروخت کرنا چاہااوراس کی قیمت دو ہزارلگائی۔لوگوں نے کہا:اس کی قیمت توایک ہزار ہے۔کہنے لگاتم ٹھیک کہتے ہو،دراصل ایک ہزارگھر کی قیمت ہےاورایک ہزارعبداللہ بن مبارک کے پڑوس کی قیمت ہےعبداللہ بن مبارک کوجب علم ہواتواس کوبلاکرایک ہزاردرہم دیئےاورکہا گھر مت بیچو۔

38۔ ان المؤمن فی ستة انواع من الخوف

قال عثمان رضی الله عنه:(ان المومن فی ستة انواع من الخوف :احدها:من قبل الله ان یاخذ منه الایمان، والثانی:من قبل الحفظة ان یکتبوا علیه ما یفتضح به یوم القیامة والثالث:من قبل الشیطان ان یبطل عمله. والرابع:من قبل ملک الموت ان یاخذه فی غفلة بغتة، والخامس:من قبل الدنیا ان یغتر بها وتشغله عن الآخرة . والسادس:من قبل الأهل والعیال ان یشتغل بهم فیشغلونه عن ذکر الله.

مومن چھ طرح کے خوف میں گھرارہتاہے

سیدناعثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا(بے شک مومن چھ طرح کے خوف میں مبتلارہتاہے:

☆اللہ سے ڈرتا ہے کہ وہ اس سے ایمان نہ چھین لے۔
☆اعمال لکھنے والے فرشتوں سے ڈرتا ہے کہ وہ کوئی ایسی چیز نہ لکھ لے جس کی وجہ سے وہ قیامت کے دن ذلیل ورسوا ہو۔
☆شیطان سے ڈرتا ہے کہ وہ اس کے عمل کو باطل نہ کردے۔
☆ملک الموت سے ڈرتا ہے کہ وہ اسے اچانک غفلت میں نہ آلے۔
☆دنیا سے ڈرتا ہے کہ وہ اسے دھوکہ میں ڈال کر آخرت سے غافل نہ کردے۔
☆اہل وعیال سے ڈرتا ہے کہ ان کے ساتھ مشغول ہو کر ذکر الٰہی سے غافل نہ ہوجائے۔ (ارشاد العباد صفحہ ۹۱)

تبصرہ

ایمان امید اور خوف کی درمیانی کیفیت کا نام ہے، بندہ مومن اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کا امیدوار اور اس کے عذاب و پکڑ اور ایمان و اعمال کے ضائع ہونے سے خوفزدہ رہتا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

(فلا یامن مکر الله الا القوم الاخاسرون) (الاعراف:۹۹)

اللہ کی تدبیر (عذاب) سے سوائے خرابی میں پڑنے والوں کے کوئی بے خوف نہیں ہوتا اور

(انه لا ییاس من روح الله الا القوم الکافرون) (یوسف:۸۷)

اللہ کے فیضان رحمت سے وہی لوگ مایوس ہوتے ہیں، جو کافر ہیں۔ گویا قرآن کے مطابق اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوسی اور عذاب سے بے خوفی خسارے میں ڈالنے والا کفریہ عمل ہے۔

سیدنا عیسیٰ علیہ السلام سے سیدنا یحییٰ علیہ السلام کی ملاقات ہوئی عیسیٰ علیہ السلام کثیر التبسم (بہت مسکرانے والے) تھے اور یحییٰ علیہ السلام کثیر البکاء (بہت رونے والے) تھے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اے یحییٰ کیا تم خدا تعالیٰ کی رحمت سے بالکل ناامید ہوگئے ہو کہ کسی وقت تمہارا رونا ختم ہی نہیں ہوتا حضرت یحییٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اے عیسیٰ! کیا تم خدا تعالیٰ کی قہر سے بالکل مامون ہو کہ تم کو ہر وقت ہنسی ہی آتی رہتی ہے آخر ایک فرشتہ آیا اور کہا کہ خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم تم دونوں میں فیصلہ کرتے ہیں کہ اے عیسیٰ! جلوت میں تم ایسے رہو جیسے اب رہتے ہو لیکن خلوت میں یحییٰ علیہ السلام کی طرح گریہ وزاری کیا کرو اور اے یحییٰ علیہ السلام! خلوت میں تم ایسے ہی رہو جیسے اب رہتے ہو لیکن لوگوں کے سامنے کچھ تبسم بھی کرلیا کرو کہ لوگوں کو میری رحمت سے مایوسی نہ ہوجائے کہ جب نبی کا یہ حال ہے تو ہم کو نجات کی کیا امید ہے اس سلسلہ میں سیدنا عمر فاروق ﷺ کا ایک قول بھی بڑا ایمان افروز ہے، آپ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے اللہ کی رحمتوں کا دامن اس طرح مضبوطی سے تھاما ہوا ہے کہ اگر ارشاد ہو کہ ساری مخلوق دوزخ میں جائے گی صرف ایک شخص جنت میں جائے گا تو مجھے امید ہوگی کہ وہ جنت میں جانے والا شخص میں ہی ہوں اور اگر خدائے ذوالجلال ارشاد فرمائے کہ تمام مخلوق جنت میں جائے گی صرف ایک بدنصیب دوزخ میں جائے گا تو میں ڈر رہا ہوں کہ کہیں دوزخ میں جانے والا میں ہی نہ ہوں۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

39 . عشرة أشياء من الجفاء

روی عن سفیان الثوری علیه الرحمة أنه قال:

عشرة أشياء من الجفاء:

أولها: رجل أو امرأة يدعو لنفسه، ولا يدعو لوالديه ولا للؤمنين .
والثانی: رجل يقرأالقرآن ،ولا يقرأفي كل يوم مئة آية.
والثالث: رجل دخل المسجد وخرج، ولم يصل ركعتين.
والربع: رجل يمر على المقابر ،ولم يسلم عليهم، ولم يدع لهم.
والخامس: رجل دخل مدينة في يوم الجمعة، ثم خرج، ولم يصل الجمعة.
والسادس: رجل أو امرأة نزل في محلتها عالم، ولم يذهب اليه أحد، ليتعلم منه شيأ من العلم.
والسابع: رجل ترافقا، ولم يسأل أحدهما عن اسم صاحبه.
والثامن: رجل دعاه رجل الى ضيافة، فلم يذهب الى الضيافة.
والتاسع: شاب يضيع شبابه وهو فارغ، ولم يطلب العلم والأدب.

والعاشر: رجل شعبان وجاره جائع، ولا يعطيه شيأ من طعامه.

دس چیزیں جفا سے ہیں

حضرت سفیان ثوری علیہ الرحمۃ سے مروی ہے کہ دس چیزیں جفا ہیں۔

☆ کوئی مرد یا عورت اپنے لئے دعا کرے لیکن اپنے والدین اور عام مسلمانوں کے لئے دعا نہ کرے۔

☆ کوئی آدمی قرآن پڑھے لیکن ہر روز سو آیات نہ پڑھے۔

☆ کوئی آدمی مسجد میں داخل ہو اور دو رکعت (تحیۃ المسجد) پڑھے بغیر نکل جائے۔

☆ آدمی مقابر کے پاس سے گزرے اور اہل قبور کو سلام کرے اور نہ ہی ان کے لئے دعا کرے۔

☆ آدمی جمعہ کے دن کسی شہر میں داخل ہو اور جمعہ پڑھے بغیر نکل جائے۔

☆ کسی محلّہ میں کوئی عالم دین آئے اور مرد و زن میں سے کوئی اس کے پاس علم سیکھنے نہ جائے۔

☆ دو آدمی رفیق سفر بنیں اور ان میں سے کوئی بھی اپنے ساتھی کا نام نہ پوچھے۔

☆ کسی آدمی کو کوئی دوسرا مہمانی پر بلائے اور وہ اس کی مہمانی پر نہ جائے۔

☆ جوانی میں کسی کو فراغت نصیب ہو اور وہ علم و ادب سیکھنے کی بجائے اسے (یعنی فراغت و جوانی کو) ضائع کر دے۔

☆ کوئی آدمی سیر ہو کر کھائے اور اس کا پڑوسی بھوکا رہے اور وہ اپنے کھانے میں سے اسے کچھ نہ دے۔ (تنبیہ الغافلین صفحہ ۱۴۴)

40۔ أضيع الأشياء عشرة

أضيع الأشياء عشرة: عالم لا يسأل عنه، وعلم لا يعمل به، ورأى صواب لا يقبل، وسلاح لا يستعمل، ومسجد لا يصلى فيه، ومصحف لا يقرأفيه، ومال لا ينفق منه، وخيل لا تركب، وعلم الزهد فى بطن من يريد الدنيا، وعمر طويل لا يتزود صاحبه فيه لسفره.

سب سے بڑی ضائع ہونے والی چیزیں دس ہیں:

☆ وہ عالم جس سے (مسائل) نہ پوچھے جائیں۔

☆ وہ علم جس پر عمل نہ کیا جائے۔

☆ وہ درست رائے جس کو قبول نہ کیا جائے۔

☆ وہ ہتھیار جو استعمال نہ کیا جائے۔

☆ وہ مسجد جس میں نماز نہ پڑھی جائے۔

☆ قرآن کا وہ نسخہ جس سے تلاوت نہ کی جائے۔

☆ وہ مال جس سے خرچ نہ کیا جائے۔

☆ وہ گھوڑا جس پر سواری نہ کی جائے۔

☆ زہد کا علم اس آدمی کے پاس جو دنیا کا طلب گار ہو۔

☆ وہ لمبی عمر جس میں آدمی اپنے سفر آخرت کے لئے زادِ راہ تیار نہ کرے۔ (ارشاد العباد صفحہ ۹۱)

تبصرہ

اللہ تعالیٰ نے جو نعمتیں ہمیں عطا کی ہیں ان سے ہمارے دینی اور دنیاوی فوائد وابستہ کئے ہیں اگر ان سے وہ فوائد حاصل نہ کئے جائیں تو یہ ان نعمتوں کا ضیاع اور منعم کی ناشکری ہوگی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ اہل علم سے مسائل پوچھو، اب لوگوں کو عالم دین کا قرب اور صحبت نصیب ہوتی ہے وہ اس سے دین کے مسائل نہیں سیکھتے تو یہ عالم دین کے علم کا ضیاع ہے، علم کا مقصد یہ ہے کہ اس پر عمل کر کے سیرت و کردار سنوارے جائیں اور دنیا و آخرت کی بھلائی حاصل کی جائے، کہیں سے درست اور مفید رائے ملے تو اس پر عمل کر کے فوائد حاصل کئے جائیں، ہتھیار کو استعمال کر کے اپنا دفاع کیا جائے، مسجد میں نماز پڑھ کے اللہ تعالیٰ کو راضی کیا جائے، قرآن گھر میں رکھنے کا مقصد یہ ہے کہ تلاوت کی جائے اور زندگی کے ہر مسئلے میں اس سے رہنمائی لی جائے، مال سے اپنی اور مخلوق خدا کی ضرورتیں پوری کی جائیں، سواری اس لئے ہے کہ اس پر سوار ہو کر پیدل چلنے کی مشقت سے بچا جائے، علم زہد دنیا سے بے رغبتی اور فکرِ آخرت پیدا کرتا ہے اور لمبی عمر کا فائدہ یہ ہے کہ اس میں زیادہ سے

WWW.NAFSEISLAM.COM

زیادہ اعمال کر کے آخرت کے لئے زادِراہ تیار کیا جائے۔ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ سب سے اچھا وہ آدمی ہے جسے اللہ تعالیٰ لمبی عمر دے اور وہ اس میں اچھے اعمال کرے اور سب سے براوہ آدمی ہے جسے لمبی عمر ملے اور وہ برے اعمال میں اسے ضائع کر دے۔ اب اگر مذکورہ نعمتیں ان مقاصد کے لئے استعمال نہیں ہوتیں تو یہ بے مقصد اور ضائع ہو جائیں گی۔

41۔مفتاح بیت الذنوب

أن النبی ﷺ قال: (الذنوب والخطایا جعلت کلھا فی بیت واحد وجعل مفتاحه شرب الخمر)

گناہوں کے گھر کی چابی

نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ تمام گناہوں اور خطاؤں کو ایک گھر میں رکھا گیا ہے اور اس کی چابی شراب پینا ہے۔ (تنبیہ الغافلین صفحہ ۱۵۲)

تبصرہ

مندرجہ بالا حدیث میں نبی کریم ﷺ نے شراب خانہ خراب کو گناہوں کی چابی جبکہ دیگر احادیث میں ام الخبائث اور ام الفواحش (برے اور فحش کاموں کی ماں) قرار دیا ہے۔ مشاہدہ یہی ہے کہ شراب انسانوں کو ہر قسم کے جرائم پر آمادہ کرتی ہے۔ شراب خانے زنا، قتل اور دیگر خطرناک جرائم کے اڈے ہوتے ہیں۔ لڑائی جھگڑا، اور دنگا فساد شرابیوں کے لئے عام سی بات ہے، اسی سے بغض وعداوت پروان چڑھتے ہیں جو دور تک چلے جاتے ہیں اور معاشرتی مسائل پیدا کرتے ہیں۔ شراب کے صرف روحانی نہیں مادی نقصانات بھی ہیں۔ یہ بڑے بڑے امراء کو دنوں میں کنگال بنا دیتی ہے، صحت مندوں سے صحت چھین لیتی ہے اور جوانوں کو جوانی سے محروم کر دیتی ہے۔ سمندر میں نسل انسانی اس قدر غرق نہیں ہوئی جس قدر جام مے میں ہوئی ہے۔

جو عقل کھری تھی کی کھوٹی اس نے
اچھے اچھوں سے چھینی روٹی اس نے
مستوں پہ شراب فاقہ مستی لائی
پتلون کو کر دیا لنگوٹی اس نے

شراب کی تباہ کاریوں پر مغربی مفکر Bacon کا تبصرہ بڑا جامع ہے۔

All the crimes of earth do not destroy so many of the human race,nor alienate so much property, as drunkness

دنیا کے تمام جرائم مل کر نسل انسانی کو اتنا ہلاک نہیں کرتے اور نہ اتنی جائیداد تباہ کرتے ہیں جس قدر تنہا شراب نوشی کرتی ہے۔

صرف افراد ہی نہیں اقوام کو بھی اس نے زخم لگائے ہیں، تاریخ کے اوراق کھول کر دیکھیں کئی سلطنتیں اس میں ڈوبتی نظر آتی ہیں۔ پچھلے سات سو برس میں سینکڑوں مرتبہ شراب نے مسلمانوں کو تخت سے محروم کیا ہے۔ برصغیر کی تاریخ پر نظر دوڑائیں، ہمایوں، اکبر، جہانگیر اور عالمگیر نے اپنی بے پناہ حکمت و دانش اور سیاست و فراست سے جو سلطنت تعمیر کی تھی اسے ان کے عیاش جانشینوں نے شراب کے سیلاب میں غرق کر دیا۔

گلاسوں میں جو ڈوبے پھر نہ ابھرے زندگانی میں
ہزاروں بہہ گئے ان بوتلوں کے بند پانی میں
نہ کر اپنی برباد زندگی بوتل کے دیوانے
وہ کاٹے گا بڑھاپے میں جو بوتا ہے جوانی میں
یہ دارو کا پیالہ موت کا کڑوا پیالہ ہے
ملا ہے زہر شربت میں چھپی ہے آگ پانی میں
یہی سیال آتش جسم کو بے کار کر دے گی
چلے گی کیا گھڑی دم ہی نہ ہو گا جب کمانی میں

احادیث میں شرابی کے بارے میں جو وعیدیں وارد ہوئی ہیں ان کا خلاصہ یہ ہے:

شرابی پر اللہ کی لعنت ہوتی ہے

شرابی سور اور بندر کی طرح مسخ ہو سکتا ہے

شرابی سے ایمان چھین لیا جاتا ہے
شرابی جنت کی شراب طہور سے محروم رہے گا
شرابی کو جہنمیوں کے زخموں کی پیپ پلائی جائے گی
ایک دفعہ شراب پینے سے شرابی کی چالیس دن تک نماز قبول نہیں ہوتی۔
شرابی پورے معاشرے اور ملک کی تباہی کا سبب بنتا ہے
شرابی محشر کی ہولناک گرمی میں پیاسا ہوگا وہ العطش العطش پکارے گا مگر اسے پانی میسر نہیں ہوگا۔

42. الجواهر والرمال

قال سعدی الشیرازی علیه الرحمه: اذا وقعت جوهره فی الوحل تبقی ثمینة و اذا صعد الرمل الیٰ السماء یبقی دون قیمة.

هیرے اور ریت کے ذرے:

شیخ سعدی علیہ الرحمۃ کہتے ہیں: (موتی اگر کیچڑ میں گر جائے پھر بھی انمول رہتا ہے اور ریت کا ذرہ آسمان پر چڑھ جائے پھر بھی اس کی کوئی قیمت نہیں ہوتی) (طریقۃ الصوفی صفحہ ۱۱۴)

تبصرہ

مطلب یہ ہے کہ جسے اللہ تعالیٰ نے عزت دی ہو وہ جہاں بھی ہو عزت والا ہوتا ہے، اس کے اوپر یا نیچے بیٹھنے سے کوئی فرق نہیں پڑتا، لوگ اسے نظر انداز کرنا بھی چاہیں تو نہیں کر سکتے "نہیں محتاج زیور کا جسے خوبی خدا نے دی" اور "صدر ہر جا کہ نشیند صدر است" (صدر جہاں بھی بیٹھ جائے صدر ہی رہتا ہے) دونوں محاورے اسی مفہوم پر دلالت کرتے ہیں اور سے اللہ رب العزت بے وقار رکھا ہو لوگ اسے بے شک کندھوں پہ اٹھائے پھریں وہ بے وقار ہی رہتا ہے۔ مسلم قوم آج اس فلسفہ کو بھول چکی ہے وہ عہدہ اور اقتدار کے چکر میں پڑی ہوئی ہے جسے عہدہ اور اقتدار مل جائے وہ پروٹوکول کے لئے مرتا ہے اسے اپنی شخصیت اور کردار پر اعتماد نہیں ہوتا بلکہ باخبر باملاحظہ، ہوشیار جیسے الفاظ اور خوشامدیوں کے نعروں کی گونج میں اپنے آپ کو معزز خیال کرتا ہے۔ سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تیس لاکھ مربع میل کے حاکم تھے لیکن اس سے آپ کے مزاج میں کوئی فرق نہیں پڑا تھا۔ ایک موقع پر آپ اونٹ پر بیٹھے تھے، ہاتھ سے کوڑا گر گیا۔ آپ اونٹ سے نیچے اترے کوڑا اٹھایا اور دوبارہ گھوڑے پر سوار ہو گئے۔ وہاں موجود لوگوں نے کہا حضور ہمیں کہا ہوتا خود کیوں تکلیف کی؟ آپ نے فرمایا: (جب میں اونٹ سے اترا اس وقت بھی ابن خطاب تھا اور جب دوبارہ سوار ہوا اس وقت بھی ابن خطاب تھا اس سے میری شان میں کوئی فرق نہیں پڑا)۔ لیکن اب سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قوم (مسلم قوم) کا مزاج یہ ہے کہ جسے تھوڑا سا اقتدار یا چھوٹا سا عہدہ مل جائے وہ اپنے آپ کو ملاء اعلیٰ کی مخلوق سمجھنے لگتا ہے اور عوام کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا اپنے لئے کسر شان اور اپنی گاڑی کا دروازہ تک کھولنے یا بند کرنے کو اپنی بے عزتی سمجھتا ہے۔ جیسے ایک کھوتی تھانے سے ہو کر آئی تھی تو اس نے دوسری کھوتیوں کے ساتھ مل کر چرنا چھوڑ دیا تھا۔

نال کونگی سنگ نہ کریئے کل نوں لاج لائیے ہو
تے تربوز مول نہ ہوندے توڑے توڑ مکے لے جایئے ہو
کانواں دے بچے ہنس ناں تھیندے توڑے موتی چوگ چگایئے ہو
کوڑے کھوہ ناں مٹھے ہوندے توڑے سے مناں کھنڈ پایئے ہو

(حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ)

43. لا یکون المؤمن كذابا

عن صفوان ابن مسلم علیه الرحة، أنه قال: (قيل: يا رسول الله! أيكون المؤمن جبانا؟ قال: نعم، فقيل له: أيكون المؤمن بخيلا؟ قال: نعم، قيل له: أيكون المؤمن كذابا؟ قال: لا

مؤمن جھوٹا نہیں ہو سکتا

حضرت صفوان بن مسلم علیہ الرحمۃ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ سے پوچھا گیا: یارسول اللہ، کیا مؤمن بزدل ہو سکتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں، آپ ﷺ سے پوچھا گیا: کیا مؤمن بخیل ہو سکتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں، آپ ﷺ سے پوچھا گیا: کیا مؤمن جھوٹا ہو

سکتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں۔ (تنبیہ الغافلین صفحہ ۱۵۶)

تبصرہ

ایمان نیکی اور خیر کا سرچشمہ جبکہ جھوٹ شر اور برائی کا منبع ہے، لہٰذا ان کا اجتماع اجتماع ضدین ہوگا، جو نا ممکن ہے، اس لئے نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ مومن سب کچھ ہو سکتا ہے لیکن جھوٹا نہیں ہو سکتا۔ حدیث شریف میں ہے کہ ایک شخص نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور عرض کرنے لگا: میں چوری، زنا، شراب خوری اور دیگر کئی گناہوں کا عادی ہوں، میں اب اسلام قبول کرنا چاہتا ہوں لیکن اس شرط پر کہ یہ گناہ نہیں چھوڑوں گا، نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تمہاری یہ شرط ہمیں قبول ہے لیکن تمہیں بھی ایک شرط ماننا ہوگی۔ اس نے عرض کیا وہ کون سی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تم وعدہ کرو کہ جھوٹ نہیں بولو گے، اس نے یہ وعدہ کیا اور جھوٹ سے سچی توبہ کر لی، پھر جھوٹ چھوڑنے کی برکت سے وہ سارے گناہوں سے تائب ہو گیا۔ شیطان بھی انسان سے یہی معاملہ کرتا ہے وہ کہتا ہے میں تمہاری سری شرائط مانتا ہوں تم نماز پڑھو، روزہ رکھو، قرآن پاک کی تلاوت کرو مجھے کوئی اعتراض نہیں بس میرا ایک ہی مطالبہ ہے کہ معاملات میں چھوٹا موٹا جھوٹ بول لیا کرو اور اس سے کیا قیامت آرہی ہے؟ بندہ شیطان کے بہکاوے میں آکر ایک جھوٹ بولتا ہے اور یہ سلسلہ شیطان کی آنت کی طرح دراز سے دراز ہوتا چلا جاتا ہے۔ مثل مشہور ہے کہ ایک جھوٹ چھپانے کے لئے سو جھوٹ بولنا پڑتے ہیں۔ پھر اس جھوٹ کی نحوست سے بندہ شر اور برائی کے سمندر میں غرق ہو جاتا ہے اور شیطان کنارے پہ کھڑا اس کو منہ چڑھاتا ہے۔

☆☆☆

WWW.NAFSEISLAM.COM

رسالت مآب ﷺ کی پیش گوئیاں

غلبہ سلطنت روما اور فتح بدر

تحقیق وتحریر: صاحبزادہ محمد سعید احمد بدر قادری

سید کائنات، فخرِ موجودات، رسالت مآب ﷺ نے اپنی الہامی زبان مبارک سے مختلف مواقع پر جن واقعات کی پیش گوئی یا پیشین گوئی کی ہے، ان میں سب سے زیادہ شاندار، سب سے زیادہ صریح اور واضح نیز سبس سے زیادہ معرکۃ الآراء پیشین گوئی ''غلبہ سلطنت روما'' کی ہے۔ رسالت مآب ﷺ کے عہد مبارک میں جو عرب علاقہ تھا اس کے مشرق میں فارس اور مغرب میں روما کی باجبروت حکومتیں قائم تھیں۔ ایران کا حکمران خسرو پرویز اور روما کا تاجدار ہرقل تھا۔ دونوں فرماں رواں طویل مدت سے باہم دست وگریباں تھے اور ان کے درمیان لڑائیوں کا سلسلہ جاری تھا۔ 613ء یا پھر بعثت نبوی کے پانچویں برس دونوں سلطنتوں کے درمیان خون آشام معرکہ ہوا جس کے صدائے بازگشت عربوں تک بھی پہنچی۔ اسلامی نکتہ نظر سے اگرچہ دونوں ممالک کے لوگ غیر اسلامی عقائد کے حامل تھے، بالخصوص اہل ایران مشرک تھے اور زیادہ تر آتش پرست تھے جبکہ اہل روما حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پیروکار ہونے کی بنا پر اہل کتاب تھے، اس لئے مسلمانوں کو ایرانیوں کے مقابلہ میں رومیوں سے ہمدردی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ مسلمانوں اور کفار مکہ دونوں کو جنگ کے نتائج کا بے تابی سے انتظار تھا۔ جغرافیائی اعتبار سے ہر دو مملکتوں کی حدود دریائے دجلہ وفرات کے کناروں پر ملتی تھیں۔ رومیوں کی سلطنت مشرق میں ایشیائے کوچک موجودہ ترکی، عراق شام، فلسطین، اردن اور مصر کے ممالک تک وسعت پذیر تھی۔

ایران وروما کے درمیان باہمی چپقلش کی اصل وجہ مذہبی نہیں تھی، اصل حقیقت تو یہ تھی کہ دونوں عظیم الشان سلطنتوں کے درمیان جنگ ''جوع الارض'' یا پھر ہوس ملک گیری کا نتیجہ تھی لیکن ممتاز محقق اور مفسر قرآن سید ابوالاعلیٰ مودودی کی تحقیق کے مطابق جو بات جنگ کی وجہ جواز بنی، وہ کچھ اور تھی، چنانچہ مولانا مودودی لکھتے ہیں کہ ''نبی اکرم ومحتشم ﷺ کی نبوت سے ۸ سال پہلے قیصر روم ہرقل نہیں بلکہ ماریس (Mauric) تھا، جس کے خلاف ایک شخص فوکاس (Phocas) نے بغاوت کی اور وہ تخت روما پر قابض ہوگیا۔ اس نے سب سے پہلے قیصر روما کی آنکھوں کے سامنے اس کے پانچ بیٹوں کا قتل کیا، جس کے بعد اس نے خود اپنے ہاتھوں سے قیصر روما کا خاتمہ کیا اور باپ سمیت بیٹوں کے سروں کو بر سر عام لٹکا دیا۔ چند روز بعد اس کی بیوی اور بیٹوں کو بھی مروا دیا۔ اس دردناک واقعہ سے ایران کے بادشاہ خسرو پرویز کو سلطنت روما پر حملہ کرنے کے لئے بہترین اخلاقی جواز مل گیا، کیونکہ قیصر ماریس اس کا محسن تھا۔ چند سال قبل اسی کی امداد اور تعاون سے خسرو پرویز کو ایران کا تخت نصیب ہوا تھا۔ اس لئے وہ قیصر ماریس کو اپنا ''منہ بولا باپ'' تصور کرتا تھا۔ فوکاس کے ظلم وستم سے متاثر اور مشتعل ہوکر اس نے انتقام لینے کا فیصلہ کیا۔ چنانچہ 603ء میں اس نے سلطنت روما کے خلاف جنگ شروع کر دی اور چند ہی برسوں کے اندر فوکاس کی افواج کو مسلسل شکست سے ہمکنار کرتا ہوا ایک طرف ایشیائے کوچک میں اڈیسا (موجودہ اورفا) تک اور دوسری، شام میں حلب اور انطاکیہ تک جا پہنچا۔ روما کے اعیان حکومت نے جب یہ دیکھا کہ غاصب حکمران ''فوکاس'' ملک بچانے کے قابل نہیں تو انہوں نے افریقہ کے گورنر سے مدد طلب کی، جس نے اپنے بیٹے ہرقل (Heracullus) کو طاقتور بحری بیڑے کے ساتھ قسطنطنیہ روانہ کر دیا۔ ہرقل کو ''قیصر روم'' بنا دیا گیا۔ جس نے بر سر اقتدار آتے ہی فوکاس سے وہی سلوک کیا جو اس نے قیصر ماریس کے ساتھ روا رکھا تھا۔ یہ 610ء کا واقعہ ہے اور حسن اتفاق سے یہ وہی سال ہے جب سید کائنات فخر موجودات حضرت محمد ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے نبوت کے منصب پر سرفراز کیا۔''

یہ امر حیران کن ہے کہ شہنشاہ ایران خسرو پرویز نے جس اخلاقی جواز کو بنیاد بنا کر سلطنت روما پر حملہ کیا تھا، وہ وجہ اب ختم ہو چکی تھی مگر اس نے اس کے باوجود جنگ کا سلسلہ جاری رکھا اور اس جنگ کو مجوسیت اور عیسائیت کی مذہبی جنگ بنا دیا۔ حالانکہ اب یہ جنگ ہوس ملک گیری سے زیادہ اہمیت کی حامل نہ تھی، لیکن شہنشاہ ایران نے اخلاقی جواز کے لئے اسے مذہبی جنگ بنا دیا۔ عیسائیوں کے جن فرقوں نسطوری اور یعقوبی وغیرہ کو سلطنت روما کے کلیسا نے ملحد قرار دے کر تختۂ مشقِ ستم وجور بنا رکھا تھا انہوں نے حملہ آور کی بھرپور مدد کی۔ مزید براں علاقہ میں آباد تمام یہودیوں نے بھی مجوسیوں کا ساتھ دیا اور 26 ہزار کی تعداد میں یہودی نوجوان خسرو پرویز کی فوج میں بھرتی ہوئے۔ آگے چل کر ان یہودیوں نے عیسائیوں کے خلاف جنگ میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔

ہرقل اپنی تمام تر کوششوں کے باوجود ایرانیوں کے سیل بے پناہ کی یلغار کو روک نہ سکا۔ تخت نشین ہوتے ہی اسے جو پہلی اطلاع ملی وہ انطاکیہ پر ایرانیوں کے قابض ہونے کی تھی۔ 613ء میں انہوں نے دمشق اور 614ء میں بیت المقدس پر قبضہ کر لیا۔ جس کے ساتھ ہی عیسائیوں پر ظلم وستم کی انتہا کر دی گئی۔ بیت المقدس میں 90 ہزار عیسائی تہ تیغ کئے گئے اور ان کا سب سے زیادہ مقدس کلیسا ''کلیسۃ القیامہ'' (Holy Sepulchre) مسمار کر دیا گیا۔ اسی طرح اصلی صلیب جس کے متعلق عیسائیوں کا عقیدہ تھا کہ اس پر ہی حضرت مسیح نے اپنی جان جان آفرین کے سپرد کی تھی، اسے چھین کر مجوسی مدائن لے گئے۔ حتیٰ کہ دیگر تمام گرجے بھی برباد کر دیئے گئے۔ اور لاٹ پادری ''زکریا'' کو پکڑ لیا گیا۔ فتح کے اس نشہ نے خسرو پرویز کو انسان نہ رہنے دیا، اس نے ہرقل کو کہا:

WWW.NAFSEISLAM.COM

''سب خداؤں کے بڑے خدا'' تمام روئے زمین کے مالک خسرو پرویز کی طرف سے اس کمینہ اور بے شعور بندے ہرقل کے نام:
تو کہتا ہے کہ تمہیں اپنے رب پر بھروسہ ہے اور اعتماد ہے۔ تو پھر کیوں نہ تیرے رب نے یروشلم کو میرے ہاتھوں بچالیا؟''
بہر حال اس فتح کے بعد صرف ایک سال کے اندر اندر ایرانی افواج اردن، فلسطین اور جزیرہ نمائے سینا کے پورے علاقہ پر قابض ہو کر حدود مصر تک پہنچ گئیں۔

یہ وہ زمانہ تھا جب مکہ معظمہ میں آفتاب ہدایت ضیاء بار ہو چکا تھا اور ایک طرف اہل توحید، رسالت مآب ﷺ کی قیادت میں جدو جہد کر رہے تھے اور دوسری طرف مشرکین مکہ سرداران قریش کی رہنمائی میں برسرپیکار تھے۔ مشرکین کے ظلم واستبداد سے تنگ آ کر مسلمانوں کی خاصی بڑی تعداد ۶۱۵ء میں حبشہ کی عیسائی سلطنت میں پناہ لے رہی تھی جو سلطنت روما کی حلیف تھی۔ اس زمانے میں ایرانی بت پرستوں کے غلبہ کا ہر جگہ عام چرچا تھا۔ اہل مکہ خوشیوں کے شادیانے بجا رہے تھے اور مسلمانوں سے کہتے کہ وحی ورسالت کے پیروکار شکست کھا رہے ہیں اور بت پرست کامیاب ہو رہے ہیں۔ اس لئے اب ہم بھی تمھارا خاتمہ کر دیں گے۔ مسلمان اس صورتحال سے سخت دل برداشتہ تھے اور شدید صدمے کی حالت میں تھے۔

یہ تھے وہ حالات جن میں سورہ روم کا نزول ہوا، جس میں کہا گیا کہ:
''قریب کی سرزمین پر رومی مغلوب ہو گئے مگر اس مغلوبیت کے چند سال کے اندر ہی وہ پھر غالب آ جائیں گے اور وہ دن وہ ہوگا جب اہل ایمان اللہ کی دی ہوئی فتح ونصرت سے خوش ہو رہے ہوں گے، تمام اختیار اللہ کے ہاتھ میں ہے''۔
ان آیات مبارکہ میں ایک نہیں بلکہ بیک وقت دو پیش گوئیاں کی گئی تھیں۔

۱۔ اول یہ کہ رومیوں کو دوبارہ غلبہ نصیب ہوگا۔
۲۔ دوم یہ کہ مسلمانوں کو بھی اسی زمانے میں فتح حاصل ہوگی۔

بظاہر دور دور تک اس قسم کے قرائن اور آثار دکھائی نہ دیتے تھے کہ ایسا ہو سکتا ہے یا ہوگا۔ مسلمان تعداد میں مٹھی بھر سے زیادہ نہ تھے جن کو بری طرح مارا پیٹا جا رہا تھا۔ دنیوی حقیقت یہ تھی کہ اس پیشین گوئی کے آٹھ سال بعد تک بھی غلبہ وفتح کا کوئی امکان نظر نہیں آ رہا تھا۔ دوسری طرف اہل روم شکست پر شکست کھا رہے تھے، صورتحال یہ تھی کہ ۶۱۹ء تک پورا مصر ایران کے قبضہ میں تھا اور آتش پرستوں نے طرابلس کے قریب پہنچ کر فتح کے پرچم گاڑ دیئے تھے، ادھر ایشیائے کوچک میں ایرانی افواج آرمینیا سے ہوتی ہوئیں اہل روما کو پے در پے شکست سے ہمکنار کرتی ہوئی آبنائے باسفورس تک پہنچ گئیں۔ ۶۱۷ء میں انھوں نے قسطنطنیہ کے سامنے خلقدون (chalcedon) (موجودہ نام قاضی کوئی) زیر نگیں کر لیا۔ قیصر روما نے ایلچی بھیج کر خسرو سے درخواست کی کہ ''میں ہر وقت ہر صلح کے لئے راضی اور تیار ہوں اس پر خسرو پرویز نے مندرجہ ذیل انتہائی توہین آمیز اور رسوا کن شرائط پیش کیں جنھیں کوئی غیرت مند حکمران قبول نہ کر سکتا تھا۔

(۱) رومی باج ادا کریں
(۲) ایک ہزار ٹالنٹ (اس دور کا ایرانی وزن) سونا، ایک ہزار ٹالنٹ چاندی
(۳) ایک ہزار حریر و دیبا کے تھان
(۴) ایک ہزار بہترین گھوڑے
(۵) ایک ہزار کی تعداد سے باکرہ (کنواری) دوشیزائیں پیش کی جائیں، یہ شرط ننگِ انسانیت تھی۔

رومیوں نے بامر مجبوری تمام شرائط تسلیم کر لیں اور مطلوبہ ساز وسامان ایرانیوں کے سامنے پیش کر دیا لیکن خسرو پرویز کے غرور وتکبر کا یہ عالم تھا کہ اس نے مطالبہ کر دیا کہ
''شہنشاہ ہرقل زنجیروں میں بندھا میرے حضور پیش کیا جائے اور وہ مصلوب خدا کو ترک کر کے سورج دیوتا کی پرستش کا اعلان کرے، تب جا کر میں اس کی جان بخشی کروں گا''

عرب کی سرحدوں پر ایک طرف تو ہولناک جنگ کا وحشت ناک منظر پیش ہو رہا تھا اور دوسری جانب مکہ کے خشک پہاڑوں اور بے آب وگیاہ صحراؤں میں ''پیغمبر امن وسلامتی'' ''خدائے واحد'' کے ''پیغام توحید'' کا اعلان فرما رہے تھے۔ کرہ ارض پر وقوع پذیر ان خون آشام واقعات کے بالکل برعکس سروش غیب سے نغمۂ قدوسی نازل ہوا جو رسالت مآب ﷺ کی زبان خوش بیان سے جاری ہوا اور وہ دو پیش گوئیوں کی صورت اختیار کر گیا۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

”رومی قریب تر زمین میں مغلوب ہوگئے لیکن وہ چند سال میں مغلوب ہوجانے کے بعد پھر غالب ہوں گے اور انہی ایام میں اللہ تعالیٰ اہل ایمان کو بھی غالب کردے گا“۔

یہ پیشین گوئی جاری وساری واقعات کے اعتبار سے اس قدر بعید از فہم وشعور اور ناقابل یقین تھی کہ کفار نے حسب عادت مذاق اڑایا۔ آخر کار حالات نے پلٹا کھایا اور چند ہی سال بعد قرآن کے ذریعے آنے والا نبی کریم کا فرمان عالی شان حرف بحرف صحیح ثابت ہوا۔

مشہور مورخ گبن لکھتا ہے کہ:

شہنشاہ روم جو اپنی ابتدا سے آخر تک زندگی میں سست، کاہل، عیاش، اور اوہام پرست تھا اور رعایا کے مصائب اور مشکلات سے غافل تھا، وہ اس طرح بیدار ہوا جیسے صبح وشام کا دبیز اندھیرا آفتاب نصف النہار کی روشنی سے پھٹ جاتا ہے۔ وہ ہی شخص جو محلات کا ارکارڈیوس بنا ہوا تھا۔ وہ میدان جنگ کا ”سیزر“ بن کر باہر نکلا اور اس طرح روما اور ہرقل کی عزت بچالی گئی۔“

جس وقت ہرقل بچی کھچی فوج لے کر قسطنطنیہ سے باہر نکل رہا تھا تو دیکھنے والے یہ کہہ رہے تھے کہ رومۃ الکبریٰ کے ایوانوں کی شان وشوکت کا یہ آخری منظر ہے۔ ان کا خیال تھا کہ اہل روما پھر ہار جائیں گے لیکن رسالت مآب ﷺ کی زبان خوش بیان سے نکلے ہوئے الوہی الفاظ نے حقیقت کا روپ دھارنا تھا۔ عربستان کے نبی امی کی پیش گوئیوں نے حرف بحرف درست ہونا تھا۔ عین اس وقت جب اہل روما نے اہل ایران پر غلبہ پایا اور تمام مقبوضات کا ایک ایک شہر واپس لے لیا اور ایرانیوں کو آبنائے باسفورس کے ساحلوں اور دریائے نیل کے کناروں سے دھکیل کر دجلہ وفرات سے پار پناہ لینے پر مجبور کردیا تو اس وقت سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم کی دونوں عظیم الشان پیش گوئیوں کی صداقت نے اہل دنیا کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیا۔ قریش کے بہت سے لوگ اس زندہ سچائی کو دیکھ کر دائرہ اسلام میں داخل ہوگئے کیونکہ جس سال اہل روما نے فتح پائی اسی سال مسلمانوں نے جنگ بدر میں اہل کفر کو شکست فاش سے ہمکنار کیا۔ حفیظ جالندھری نے اپنے شاہنامہ اسلام میں لکھا ہے:

بسا اوقات نصرت دے کے وحدت کیش ملت کو
خدا کثرت پہ غالب کر دیا کرتا ہے قلت کو

”تاریخ زوال روما“ کا مصنف گبن اس حیرت ناک پیش گوئی کی سچائی سے متاثر ہوکر لکھتا ہے کہ

”وہ پیغمبر اعظم مشرق کی ان دو عظیم الشان سلطنتوں کے ڈانڈے پر بیٹھ کر، ان دونوں کی ایک دوسرے کو تباہ کردینے والی روز فزوں مساعی کی ترقی کو قلبی مسرت کے ساتھ بغور مطالعہ کر رہا تھا اور عین اس وقت جبکہ ایرانیوں کو پیہم کامیابیاں حاصل ہو رہی تھیں، اس (پیغمبر ہدایت) نے پیش گوئیاں کرنے کی جرأت کی کہ چند سال میں فتح وظفر رومی علم پر سایہ فگن ہوجائے گی۔“

جس وقت یہ پیش گوئیاں کی گئی تھیں، اس وقت دنیا بھر میں کوئی پیش گوئی اس سے زیادہ دور از قیاس اور بعید از فہم وفراست نہیں ہوسکتی تھی کیونکہ ہرقل کی بارہ سال (610ء سے 622ء تک) کی حکومت نے اس بات کا اعلان کردیا تھا کہ سلطنت روما کا شیرازہ جلد ہی بکھیر جائے گا کیونکہ وہ بھاگ کر تیونس پناہ لینے جا رہا تھا۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

مورخین نے ہرقل کے اس انقلاب اور حیرت ناک تغیر کے لئے عجیب وغریب عقلی دلائل پیش کئے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس میدان کارزار سے بہت دور ”وادیٔ فاران“ کے پہاڑوں پر ایک پیغمبرانہ ہاتھ اہل روما کی مدد کے لئے فضاؤں میں دراز تھا جسے کوئی دیکھ نہیں رہا تھا ایک ”عبدہٗ“ کی زبان خوش بیان سے دعائیہ الفاظ نکل کر آسمان کی طرف بلند ہو رہے تھے اور قبولیت کا شرف حاصل کر رہے تھے۔ اس بہت بڑے تغیر اور بہت بڑی تبدیلی یا پھر انقلاب عظیم کا اصل سبب روحانی تھا جسے اہل دنیا کی کورانہ نگاہیں دیکھ ہی نہیں سکتی تھیں بقول حکیم الامت علامہ اقبال:

کوئی اندازہ کر سکتا ہے ان کے زور بازو کا
نگاہِ مرد مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

مستدرک اور ترمذی نے ”سورہ روم“ کی تفسیر میں لکھا ہے کہ ”روما وفارس کی جنگ کا جب آغاز ہوا تو مشرکین مکہ، اہل ایران کے طرفدار تھے کیونکہ وہ بھی اصنام پرست تھے اور مسلمان اہل روما کے حامی تھے کیونکہ وہ اہل کتاب تھے۔ یہ وہ زمانہ تھا جب ایرانی، رومیوں کو مسلسل شکست دیتے چلے جا رہے تھے، اس موقع پر سورۂ روم کا نزول ہونا اور یہ پیش گوئیاں کرنا حیرت انگیز تھا۔ لیکن پیکر صداقت حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے چلا چلا کر اہل مکہ کو یہ پیش گوئیاں سنائیں۔ جس کے جواب میں مشرکین مکہ نے کہا کہ ان پیش گوئیوں کی سچائی کے لئے کوئی سال مقرر کرو۔ حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے پانچ سال کی شرط پیش کردی اور اس کے لئے دس اونٹ دینا قرار پائے۔ حضور رسالت مآب ﷺ کے علم میں یہ بات آئی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ”فی بضع سنین“ کے الفاظ آئے ہیں یہ لفظ عربی زبان میں تین سے نو تک کے مفہوم کے

لئے بولا جاتا ہے اس لئے دس سال سے کم مدت تک مقرر کرنا چاہئے تھی۔ چنانچہ نو سال مدت اور سو اونٹ کی شرط لگائی گئی۔ سیدالانبیاء والمرسلین کی اس تشریح کے مطابق نویں سال غزوۂ بدر کے موقع پر یہ پیش گوئیاں بالکل صحیح ثابت ہوئیں اور اہل روما ایرانیوں پر غالب آگئے بلکہ مسلمان بھی کامیاب و کامران ٹھہرے۔

دراصل نبی کریم ﷺ 622ء میں ہجرت کر کے مدینہ طیبہ تشریف لے گئے۔ ادھر ہرقل خاموشی کے ساتھ قسطنطنیہ سے بحرا سود کے راستے طرابزون کی طرف روانہ ہوا۔ اس نے ایران پر عقب سے حملہ کرنے کا طے کر رکھا تھا۔ اس جوابی حملے کے لئے قیصر نے کلیسا سے رقم مانگی۔ اسقف اعظم نے گرجاؤں میں موجود رقم جمع کر کے سود پر بادشاہ کے حوالے کر دی۔ ہرقل نے 623ء میں یہ حملہ آرمینیا سے شروع کیا اور دوسرے ہی سال 624ء میں آذر بائی جان میں گھس کر زرتشت کے مقام پیدائش ''ارمیاہ'' (Cloromia) کی اینٹ سے اینٹ بجادی اور سب سے بڑا آتشکدہ برباد کر دیا۔

اللہ تعالیٰ کا کرشمہ قدرت دیکھئے کہ یہ وہی سال تھا جس میں مسلمانوں کو مقام بدر پر فتح حاصل ہوئی۔ اس طرح سورہ روم کے ذریعے کی جانے والی نبی کریم ﷺ کی ہر دو پیشین گوئیاں درست ثابت ہوئیں جو دس سال مدت پوری ہونے سے قبل ہی پایہ ثبوت کو پہنچیں۔

یہ جنگ اس کے بعد بھی جاری رہی۔ روما کی افواج کو دباتی ہی چلی گئیں اور 627ء میں نینویٰ کی فیصلہ کن جنگ میں سلطنت ایران کی کمر توڑ کر رکھ دی۔ شاہان ایران کی قیام گاہ ''دست گرد'' کو تباہ کر دیا گیا اور آگے بڑھ کر ہرقل طیفون پہنچ گیا جو ایران کا پایہ تخت تھا۔ 628ء میں خسرو پرویز کے اپنے گھر بغاوت ہوگئی۔ وہ قید ہوا اور اس کے سامنے 18 بیٹے قتل کر دیئے گئے۔ چند روز بعد وہ خود بھی ہلاک کر دیا گیا۔ یہ وہ سال تھا جس میں ''صلح حدیبیہ'' ہوئی جسے قرآن نے ''فتح عظیم'' قرار دیا۔ اسی سال خسرو کے بیٹے قباد ثانی نے تمام رومی مقبوضات سے دستبرداروں کا اعلان کر کے انہیں اصل صلیب واپس کر دی اور وہ یہ صلیب نصب کرنے خود بیت المقدس پہنچا۔ اسی سال نبی محترم صلی اللہ علیہ وسلم عمرۃ القضاء کے لئے ہجرت کے بعد پہلی مرتبہ مکہ معظمہ پہنچے۔

اس واقعہ کے بعد اس میں شک کی کوئی گنجائش باقی نہ رہی کہ 9 سال قبل کی جانے والی دونوں پیشین گوئیاں سچ نکلیں۔ عرب کے مشرکین بکثرت ایمان لے آئے۔ ابی بن خلف کے وارثوں نے اپنے باپ کی شرط کے بدلے 100 اونٹ حضرت ابوبکر صدیق ؓ کو دیئے جو آپ نے لے لئے لیکن رسالت مآب ﷺ نے انہیں صدقہ میں دے دیا۔ جب شرط لگی تھی، اس کی حرمت کا حکم نازل نہیں ہوا تھا۔ لیکن اب شرط بدنے کی حرمت کا حکم آچکا تھا، اس لئے ان اونٹوں کا استعمال حرام تھا۔

سورۂ روم کی ان آیات سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ بعض اوقات انسان اپنی کوتاہ بینی کی وجہ سے وہ کچھ نہیں دیکھ سکتا جو اللہ تعالیٰ جانتا ہے یا رسول اللہ ﷺ کی چشم بینا دیکھ سکتی ہے۔ علامہ اقبال نے شاید اسی موقع کے لئے کہا تھا۔

مجھے رازِ دو عالم دل کا آئینہ دکھاتا ہے
وہی کہتا ہوں جو کچھ سامنے آنکھوں کے آتا ہے

WWW.NAFSEISLAM.COM

لیکن عام آدمی یہ نہیں جان سکتا کہ کل کیا ہونے والا ہے۔

تاریخ پر بغور نگاہ ڈالیں تو معلوم ہوتا ہے کہ غزوۂ بدر ہجرت نبوی کے پہلے سال اور بعثت کے بعد چودھویں سال پیش آیا اس سے ۹ برس پہلے بعثت نبوی کا پانچواں سال تھا اس بنا پر پیشین گوئی کا زمانہ سنہ ۵ بعثت اور اس کے پورا ہونے کا زمانہ سنہ ۱۴ بعثت یا سنہ ۱ ہجری ہے۔ بعض مورخوں نے اس پیش گوئی کے پورا ہونے کا زمانہ صلح حدیبیہ کا سال یعنی ۶ ھ بیان کیا ہے جو درست نہیں۔

رومی تاریخ سے مطابقت سامنے رکھی جائے تو اس کے مطابق حضور ﷺ کی بعثت 609ء میں ہوئی، 610ء میں روم و فارس کے درمیان چھیڑ چھاڑ کا آغاز ہوا۔ 613ء میں اعلان جنگ ہوتا ہے اور 614ء میں رومیوں کی شکست شروع ہوتی ہے۔ یہ شکست 616ء میں پایہ تکمیل کو پہنچ گئی۔ 622ء میں رومیوں نے جوابی حملہ کیا، 623ء سے کامیابی کا آغاز ہوتا ہے، اور 625ء میں مکمل فتح نصیب ہوئی۔ اس ترتیب سے دیکھیں تو اس پیش گوئی کی یہ خوبی سامنے آتی ہے کہ آغاز شکست سے آغاز فتح تک حساب جوڑیں تو نو برس بنتے ہیں اور اگر انجام شکست سے آغاز فتح تک شمار کریں تو بھی نو سال ہی بنتے ہیں۔

افضل الانبیاء والمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی اس پیش گوئی کی حرف بحرف درستی نے کفار کے دلوں کو دہلا کر رکھ دیا اور وہ اس سچائی پر انگشت بدانداں رہ گئے۔ سچائی اور صداقت سے محبت کرنے والے اکثر مشرکین فوراً ہی اسلام کی آغوش میں چلے آئے اور انہوں نے جی جان سے رسالت مآب ﷺ کی نبوت کی شہادت دی۔

حیران کن امر یہ ہے کہ رومیوں کا شہنشاہ اس فتح کے بعد پھر عیش وعشرت میں مستغرق ہوگیا گویا اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدہ کو پورا کرنے اور رسالت مآب ﷺ کی زبان سے ادا شدہ الفاظ کو صحیح ثابت کرنے کے لئے اس کے دل ودماغ کو ہشیار اور دست وبازو کو مضبوط کر دیا تھا۔ پیش گوئی کی تکمیل کے بعد وہ دوبارہ غفلت میں ڈوب گیا اور عیش وعشرت میں غرق ہوگیا۔

مولانائے روم نے کیا خوب فرمایا ہے:

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود

گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

یعنی ''مردمومن کا کہا ہوا اللہ تعالیٰ کا فرمودہ ہوتا ہے خواہ کسی اللہ کے بندے کے منہ ہی سے وہ بات نکلے''۔

☆☆☆

حضرت علامہ الحاج ابوالنصر

پیر منظور احمد شاہ

دامت برکاتہم العالیہ

انٹرویو پینل: محمد نواز کھرل۔ابومجی الدین۔منظور حسین اختر۔محمد فاروق احسن

نگاہ بلند، سخن دلنواز اور جاں پر سوز جیسی صفات سے جگمگاتی شخصیت کے مالک شیخ الشیوخ حضرت علامہ الحاج ابوالنصر پیر منظور احمد شاہ دامت برکاتہم العالیہ کے پیکر میں قوسِ قزح کی سی دلکشی اور دلآویزی بھری ہوئی ہے۔ وہ صاحبِ علم و عرفان بھی ہیں اور دینی علوم پر کامل دسترس رکھنے والے راسخ العلم عالمِ دین بھی۔ ان کی طبیعت میں مومنانہ گداز بھی ہے اور حق کی سربلندی کے لئے سرگرم عمل ہونے کا مجاہدانہ جنون بھی۔ وہ روحانیت کی حسین راہوں کے فقیر منش مخلص مسافر بھی ہیں اور علم و تحقیق کی کٹھن راہوں کے متلاشی بھی۔ وہ دل میں اتر جانے والی تقریر اور ذہن وفکر کے دریچوں پر دستک دینے والی دلکشا تحریر کا سلیقہ بھی جانتے ہیں۔ حضور اکرم ﷺ اور آپ کی اہل بیت کا معطر و مشکبو تذکرہ ہر لمحے ان کے ہونٹوں پر سجا رہتا ہے۔ خطۂ پنجاب کی عظیم روحانی خانقاہ بسّی شریف کے تاجدار حضرت میاں علی محمد خان چشتی نظامی کے میکدہ محبت سے فیض یافتہ ابوالنصر پیر منظور احمد شاہ نے کئی برس قبل ساہیوال میں ''جامعہ فریدیہ'' کی صورت میں ایک ایسے مرکزِ علم و دانش کی بنیاد رکھی، جو آج ایک عظیم الشان اسلامی یونیورسٹی کا منظر پیش کر رہا ہے۔ اپنے عہد کے ممتاز روحانی پیشوا پیر چراغ علی شاہ کے قابل اور لائق فرزند پیر منظور احمد شاہ نے 1953ء کی تحریک ختم نبوت میں تاریخی کردار ادا کیا اور 9-ماہ کا طویل عرصہ جیل کی کال کوٹھڑیوں میں گزارا۔ حضور غزالی زماں اور حضرت فقیہ اعظم جیسی باکمال شخصیات کا شاگرد ہونے کا اعزاز بھی جنابِ ابوالنصر کو حاصل ہے۔ ان کی 106 سے زائد تالیفات شائع ہو کر قارئین کے ذوقِ مطالعہ کی تسکین کا باعث بن رہی ہیں اور آپ کی زیرِ سرپرستی معروف اور مقبول دینی جریدہ ماہنامہ ''انوار فرید'' تیس سالوں سے تسلسل کے ساتھ شائع ہو رہا ہے۔ وقار، وجاہت اور وفا کے پیکر، جوشِ جنوں اور سوز دروں سے مالا مال پیر منظور احمد شاہ نے یوں تو تمام باطل نظریات سے مجاہدانہ ٹکر لی لیکن مسیحیت کے خلاف حضرت کے جذبات کا یہ عالم ہے کہ تن تنہا کلیساؤں میں جا کر اپنے دور کے نامور پادریوں کو للکارا اور قلندری ضربوں سے قصرِ عیسائیت کی بنیادیں ہلا دیں۔

نرالی سج دھج والے پیر منظور احمد شاہ نے ایک قابل رشک بامعنی اور بامقصد زندگی گزاری ہے۔ کئی عشروں پر محیط ان کا شاندار اور عہد ساز سفر زندگی یادگار معرکہ آرائیوں، کامیابیوں اور کامرانیوں سے جگمگا رہا ہے۔

کچھ دن پہلے برادرم ابومجی الدین، محترم ڈاکٹر منظور حسین اختر اور محمد فاروق احسن کی سنگت میں حضرت شاہ صاحب کی خدمت میں حاضری اور گفتگو کا موقع میسر آیا۔ پیر صاحب قبلہ گفتگو فرما رہے تھے اور میرے دل کی اتھاہ گہرائیوں سے آواز اٹھ رہی تھی ''الٰہی! یہ زبان بولتی رہے اور اس دہن سے نکلنے والے الفاظ نجوم بن کر دین اسلام کا چراغاں کرتے رہیں۔ پیارے قارئین! آیئے ہم آپ کو علامہ پیر منظور احمد شاہ کی پھول پھول باتوں سے مہکتے گلستاں میں لئے چلتے ہیں۔ (محمد نواز کھرل)

❁ دلیل راہ: اپنے ابتدائی حالات زندگی کے متعلق آگاہ فرمائیں، آپ نے کہاں، کب اور کس خاندان میں آنکھ کھولی؟

☆ پیر منظور احمد شاہ: میں 1930ء میں انڈیا کے ضلع فیروز پور کے گاؤں پیر بخش چوہان میں پیدا ہوا۔ میرے والد گرامی پیر چراغ علی شاہ معروف روحانی شخصیت تھے اور انہیں منقولات کے علاوہ مروجہ علوم درس نظامی خصوصاً فارسی میں خاصی مہارت حاصل تھی۔ قیام پاکستان کے بعد میرے والد محترم اپنے خاندان کے ساتھ انڈیا سے ہجرت کر کے پاکپتن کے موضع ڈھپئی میں رہائش پذیر ہوئے۔

❁ دلیل راہ: آپ نے تعلیم کہاں سے حاصل کی؟ اپنے اساتذہ کے اسمائے گرامی سے بھی آگاہ فرمائیں؟

☆ پیر منظور احمد شاہ: میں نے ابتدائی تعلیم اپنے والد گرامی کے سایہ شفقت میں حاصل کی جبکہ پاکستان آنے کے بعد اس دور کی اہم ترین علمی شخصیات کے سامنے زانوئے تلمذ طے کرنے کی سعادت حاصل ہوئی۔ میرے عظیم اور کریم اساتذہ میں حضرت فقیہ اعظم مفتی محمد نور اللہ نعیمی محدث بصیر پوری، غزالی زماں حضرت علامہ سید احمد سعید شاہ کاظمی اور حضرت مولانا محمد اسماعیل جیسی مایہ ناز ہستیاں شامل تھیں۔ فارسی، صرف ونحو اپنے والد سے پڑھیں 46-1945ء میں جلال آباد کے ایک مدرسہ میں پڑھتا رہا پھر 1947ء میں پاکستان آ گیا۔ یہاں دو سال علامہ کاظمی کے پاس اور دو سال دارالعلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور میں پڑھتا رہا۔ اس سے قبل فیروز پور میں مولانا شرف الدین کے مدرسہ میں بی چار سال تک پڑھا۔ 1950ء میں سند فراغت حاصل کی۔

❁ دلیل راہ: زمانہ طالب علمی کا کوئی ایسا واقعہ جو آپ کے حافظے میں آج بھی محفوظ ہو۔

☆ پیر منظور احمد شاہ: جب میں نے حضرت فقیہ اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے بخاری شریف پڑھنے کا آغاز کیا تو آپ نے فرمایا کہ آج تم جو بھی نیت کرو گے وہ اللہ کے فضل سے ضرور پوری ہوگی، چنانچہ میں نے اسی وقت اپنی زندگی کی دو خواہشات کی تکمیل کے لئے دعا کی۔ پہلی خواہش یہ کہ اللہ حضور نبی کریم ﷺ کی زیارت نصیب کرے اور دوسری یہ کہ دین اسلام کی خدمت کے لئے دینی ادارہ قائم کر کے اسے کامیابی کے ساتھ چلا سکوں۔ آپ سن کر حیران ہوں گے کہ بخاری شریف پڑھنا شروع کی تو تیسرے ہی دن کریم آقا ﷺ کی زیارت کی سعادت حاصل ہوگئی اور اسی حاضری کے دوران میں نے حضور نبی کریم ﷺ کی قدم بوسی کے بعد دینی ادارہ چلانے کی خواہش ظاہر کی تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تمھاری وہ خواہش بھی ضرور پوری کرے گا۔ چنانچہ اللہ کے خاص فضل و کرم اور حضور نبی کریم ﷺ کی نگاہ لطف و کرم سے جامع فریدیہ کی صورت میں دوسری خواہش کی تکمیل بھی ہوئی۔

❁ دلیل راہ: اپنے مرشد گرامی سے متعلق آگاہ فرمائیں؟ آپ نے کب بیعت کی اور کیسے؟

☆ پیر منظور احمد شاہ: مجھے بچپن سے روزہ رکھنے کا شوق تھا۔ میں نے اسی شوق اور ذوق کی تسکین کے لئے بارہ سال مسلسل روزے رکھے اور ہر جمعرات کو حضرت بابا فریدالدین گنج شکر کے مزار پر حاضری معمول رہا۔ ایک مرتبہ حضرت بابا صاحب کے مزار اقدس پر حاضری کے دوران مجھے اونگھ آ گئی اور خواب میں حضرت بابا صاحب کی زیارت سے مشرف ہوا۔ آپ کے ساتھ ایک سفید ریش بزرگ بھی تھے۔ حضرت بابا صاحب نے میرا ہاتھ پکڑ کر اس سفید ریش بزرگ کے ہاتھ میں دے دیا اور فرمایا کہ اس کا خیال رکھنا۔ میں اس خواب کے چھ ماہ بعد تک سخت پریشان اور مضطرب رہا کہ وہ سفید ریش بزرگ کون تھے۔ حتیٰ کہ ایک مرتبہ حضرت خواجہ میاں علی محمد صاحب (بسی شریف) کی زیارت ہوئی تو اچانک یاد آیا کہ یہ تو وہی بزرگ ہیں جن کے ہاتھ میں بابا صاحب نے میرا ہاتھ دیا تھا۔ چنانچہ میں فوراً ان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے مجھے دیکھ کر فرمایا کہ مولوی صاحب! شام کو میرے پاس آنا۔ چنانچہ جب میں بیعت کی نیت سے شام کو حاضر ہوا تو آپ نے بیعت بھی کیا اور فرمایا کہ تمھارے بارے میں بابا صاحب کا حکم ہے کہ تمھیں تعلیم دوں اس طرح حضرت خواجہ علی محمد رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے سلسلہ چشتیہ میں بیعت فرمایا۔

❁ دلیل راہ: اپنے شیخ طریقت سے متعلق کوئی خاص واقعہ یا ایسی یاد جو آپ ہمارے قارئین کو سنانا پسند کریں؟

☆ پیر منظور احمد شاہ: ایک مرتبہ میں حج پر گیا تو طبیعت سخت خراب ہوگئی۔ پھوڑے اور پھنسیوں سے جسم پر زخم بن گئے ایسی حالت میں مجھے خیال آیا کہ مولانا روم نے تو فرمایا ہے کہ شیخ مصیبت کے وقت ضرور کام آتا ہے اور مرید کی پکار سنتا ہے۔ لیکن میرے شیخ میری حالت سے بے خبر ہیں۔ یہی وسوسہ دل میں تھا اور میری آنکھ لگ گئی، خواب میں حضرت میاں صاحب ایک گدا بغل میں لئے تشریف لائے اور فرمایا کہ مولانا روم نے بالکل درست فرمایا ہے میں تمھارے لئے یہ گدا لایا ہوں تم اس پر لیٹ جاؤ۔ اس خواب کے بعد جب آنکھ کھلی تو درد ختم ہو چکی تھی اور طبیعت سنبھل چکی تھی۔ اسی طرح جب مسلسل روزے رکھتا تھا تو میری والدہ محترمہ مجھے کہا کرتی تھی کہ روزے زیادہ نہ رکھا کرو بیمار ہو جاؤ گے۔ لیکن آپ حیران ہوں گے کہ معاملہ اس کے الٹ ہوتا تھا جب روزے نہ رکھتا تو بیمار ہو جاتا اور روزے شروع کر دیتا تو فوراً ٹھیک ہو جاتا۔ ایک

www.NafseIslam.com

مرتبہ والدہ محترمہ نے روزے نہ رکھنے پر اصرار کیا تو میں نے کہا کہ مجھے میرے شیخ کے پاس لے چلیں اگر میرے شیخ وعدہ فرمالیں کہ میں منظور احمد کا جنازہ خود پڑھاؤں گا تو میں روزے رکھنا چھوڑ دوں گا۔ چنانچہ میری والدہ محترمہ مجھے میرے شیخ کی خدمت میں لے گئیں اور میرا جنازہ پڑھانے کی خواہش کا اظہار کیا تو آپ نے فرمایا ''بی بی! کیا خبر کہ منظور احمد میرا جنازہ پڑھائے۔'' اس حاضری کے کافی مدت بعد میرے شیخ

کامل، مرد درویش کا وصال ہوا تو آپ کے جنازہ میں علامہ کاظمی سمیت اس دور کے تمام اکابرین موجود تھے لیکن صاحبزادگان نے اصرار کیا کہ حضرت میاں صاحب قبلہ کا جنازہ منظور احمد ہی پڑھائے گا۔ چنانچہ میں نے نماز جنازہ کی امامت کی اور اسوقت مجھے اپنے مرشد کریم کا برسوں پرانا قول یاد آیا کہ ''بی بی! کیا خبر یہ منظور احمد ہی میرا جنازہ پڑھائے۔''

✿ دلیل راہ: حضرت ہماری راہنمائی فرمائیں کہ ایک پیر طریقت کا شرعی معیار کیا ہے؟ کیا کوئی بھی پیر ہونے کا دعویٰ کر سکتا ہے یا کوئی اہلیت اور شرائط متعین ہیں؟

☆ پیر منظور احمد شاہ: پیر کے لئے ضروری ہے کہ وہ شریعت کا پابند ہو اور لغویات سے محفوظ ہو۔ پیر وہی ہو سکتا ہے جس کے ہاتھ میں رسول اللہ ﷺ کا دامن ہو۔ شریعت کی پابندی نہ کرنے والا ہرگز پیر نہیں ہو سکتا۔

✿ دلیل راہ: کیا یہ ضروری ہے کہ پیر کا بیٹا ہی ان کا جانشین ہوگا یا خلفاء میں سے بھی کوئی اہل آدمی جانشیں بن سکتا ہے؟

☆ پیر منظور احمد شاہ: ضروری نہیں کہ پیر کا بیٹا ہی ہر صورت جانشیں ہوگا۔ اگر پیر صاحب کا صاحبزادہ اہلیت پر پورا اترتا ہے، اپنے والد کے مشن پر کاربند ہے تو اس کے جانشیں بننے میں کوئی حرج نہیں، لیکن نااہل بیٹا جانشیں بننے کا استحقاق نہیں رکھتا۔ شرط اہلیت ہے، نہ کہ بیٹا ہونا۔

✿ دلیل راہ: کیا آپ موجودہ دور کی خانقاہوں کے کردار و عمل سے مطمئن ہیں؟

☆ پیر منظور احمد شاہ: پاکستان سمیت دنیا بھر میں بے شمار خانقاہیں بندگان خدا کی تعلیم و تربیت کا کام کر رہی ہیں۔ اسلام کی تبلیغ و اشاعت اور مسلمانوں کی اصلاح نفس کے لئے خانقاہوں کا تاریخی کردار قابل صد تحسین ہے۔ اس مادیت زدہ دور میں بھی خانقاہوں سے لنگر کی صورت میں بے شمار افراد کو کھانا ملتا ہے۔ خانقاہوں سے دکھی دلوں کو چین ملتا ہے۔ بے سکون افراد کو سکون اور اطمینان کی دولت نصیب ہوتی ہے لیکن عہد حاضر میں کچھ جعلی پیروں نے خانقاہی نظام کو بدنام کیا ہے۔ ایسے بہروپیوں کا طریقت سے کوئی تعلق نہیں۔ میں آپ کی وساطت سے یہ تجویز دوں گا کہ ہر خانقاہ کے ساتھ ایک دینی مدرسہ ضرور قائم ہونا چاہیئے۔

✿ دلیل راہ: کیا آپ اپنے مریدین کی تعداد بتانا پسند کریں گے؟

☆ پیر منظور احمد شاہ: پہلے تو یاد رہتی تھی لیکن اب چونکہ تعداد لاکھوں تک پہنچ چکی ہے۔ اس لئے صحیح تعداد بتانا ممکن نہیں۔

✿ دلیل راہ: جامعہ فریدیہ کی بنیاد کب رکھی اور اب تک کتنے طلبہ فارغ ہو چکے ہیں؟

☆ پیر منظور احمد شاہ: جامعہ فریدیہ کی بنیاد 1963ء میں رکھی۔ اس دارالعلوم سے اب تک ایک محتاط اندازے کے مطابق دس ہزار سے زائد طلبہ سندِ فراغت حاصل کر کے خدمتِ دین کے مشن میں سرگرم عمل ہیں۔ اس وقت بھی تقریباً 1900 طلبہ جامعہ فریدیہ میں رہائش پذیر ہیں۔ جن کے قیام و طعام کے تمام اخراجات کا بندوبست جامعہ کی ذمہ داری ہے۔

✿ دلیل راہ: کیا مدارس میں پڑھایا جانے والا نصاب عصری تقاضے پورے کر رہا ہے یا اس میں تبدیلی کی ضرورت ہے؟

☆ پیر منظور احمد شاہ: مدارس میں پڑھایا جانے والا درس نظامی کا نصاب بالکل درست اور ٹھیک ہے۔ اس میں کسی طرح کی ترمیم اور ردوبدل کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں۔ البتہ جن مدارس میں درسِ نظامی کے ساتھ عصری علوم کی تدریس کا خاطر خواہ بندوبست نہیں ہے۔ انہیں اس طرف توجہ کرنی چاہئے۔ عہدِ موجود میں اسلام کی تبلیغ کے کام کو موثر اور نتیجہ خیز بنانے کے لئے جدید عصری علوم اور مختلف زبانوں کا سیکھنا علماء کے لئے بے حد ضروری ہے۔ ہمارے مدرسہ میں کمپیوٹر کی تعلیم دی جاتی ہے۔

✿ دلیل راہ: آپ ایک زمانے میں جماعت اہل سنت کے صوبائی صدر بھی رہے۔ اس دور کی جماعت اہل سنت کا تنظیمی ماحول کیسا تھا۔ کیا اس وقت کی یادیں آپ ہمارے ساتھ شیئر کریں گے؟

☆ پیر منظور احمد شاہ: جب میں جماعتِ اہل سنت صوبہ پنجاب کا صدر تھا، اس وقت غزالی زماں حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی جماعت اہل سنت پاکستان کے مرکزی صدر تھے۔ بہت خوبصورت اور یادگار دور تھا۔ مجھے یاد ہے، میں نے صوبائی صدر کی حیثیت سے پورے صوبے کا تفصیلی دورہ کیا تھا۔ اس وقت لاتعداد لوگ جماعت کے ساتھ وابستہ تھے۔ بہت جوش وخروش اور خلوص کا زمانہ تھا۔ اختلافات اس وقت بھی تھے لیکن باہمی احترام ومحبت اور وضعداری کا ماحول تھا۔

مجھے یاد ہے کہ سنی کانفرنس ملتان میں حضرت خواجہ قمرالدین سیالوی نے شرکت سے انکار فرما دیا تھا، چنانچہ علماء نے مجھے پیر سیال کو آمادہ کرنے کی ذمہ داری سونپی، چنانچہ میں سیال شریف میں حضرت خواجہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ حضرت بابا فریدالدین گنج شکر کے شہر پاکپتن سے حاضر ہوا ہوں۔ پیر صاحب سیال شریف حضرت بابا صاحب کا حوالہ رد نہ کر سکے اور سنی کانفرنس میں شرکت پر راضی ہو گئے۔ اسی طرح موچی دروازے کی معروف جلسہ گاہ میں ہونے والی حجاز کانفرنس میں حضرت خواجہ حمیدالدین سیالوی صاحب کی آمد یقینی نہیں تھی۔ میں حضرت کے پاس گیا حضور داتا صاحب کا حوالہ اور واسطہ دے کر انہیں کانفرنس میں شرکت پر آمادہ کر لیا۔ باہمی احترام کی ان خوبصورتیوں میں اب کچھ کمی سی ہو گئی ہے اور اختلافات نے ہماری کمر توڑ کر رکھ دی ہے۔ خدا ہماری حالت پر رحم کرے۔

✿ دلیل راہ: اتحاد اہل سنت اور عظمت رفتہ کی بحالی کیسے ممکن ہے؟ آپ کیا لائحہ عمل یا فارمولہ تجویز کرتے ہیں؟

☆ پیر منظور احمد شاہ: ہم سیاسی طور پر یتیم ہو چکے ہیں۔ اکثریت میں ہونے کے باوجود ملکی سیاست اور ریاستی امور میں ہماری کوئی اہمیت اور حیثیت نہیں ہے۔ ہم بدترین انتشار کا شکار ہیں۔ گروہ در گروہ ہماری تقسیم نے، ہمیں کمزور بنا دیا ہے۔ ہر کوئی لیڈر ہے اور کوئی بھی کسی دوسرے کو تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں ہے۔ میں اپنے تمام بڑوں سے اور قائدین سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ نبی پاک کے سبز گنبد والے جھنڈے تلے متحد ہو جائیں اور بکھرے ہوئے شیرازے کو یکجا کریں۔ دل سے دل اور کندھے سے کندھا ملائیں۔ چھوٹی چھوٹی تنظیمیں اور جماعتیں ختم کر کے جماعت اہل سنت اور جمعیت علماء پاکستان کو مضبوط کریں۔ یہ دونوں تنظیمیں ایک دوسرے کے ساتھ محاذ آرائی کی بجائے باہمی تعاون کا نظام بنائیں۔

✿ دلیل راہ: لمحۂ موجود میں جہاد کو خاصا متنازعہ بنا دیا گیا ہے؟ آپ ہمیں بتائیں کہ جہاد کا اسلام میں صحیح تصور کیا ہے؟ جہاد کی شرائط کیا ہیں؟ نیز خودکش حملوں سے متعلق بھی اسلامی اور شرعی نقطۂ نظر کی وضاحت فرمائیں؟

☆ پیر منظور احمد شاہ: جہاد کی اسلام میں بے حد اہمیت اور فضیلت ہے۔ لیکن یہ بات یاد رکھنا ہو گی کہ جہاد نافذ کرنے کا حق اسلامی ریاست کو ہے۔ جہاد کی شرائط کو ملحوظ رکھے بغیر کیا جانے والا جہاد فساد کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔ جہاد ایک متفقہ امر کی غیر متنازعہ قیادت میں ہی کیا جا سکتا ہے۔ خودکش حملے جہاد نہیں ہیں بلکہ یہ عمل سراسر اسلام کے خلاف ہے۔ خودکش حملوں کے نتیجے میں بے گناہ لوگ مارے جا رہے ہیں اور دینی طبقات بدنام ہو رہے ہیں۔ گرلز سکولوں کو آگ لگانا، حجاموں کی دکانیں جلانا، انٹرنیٹ کلبوں میں دھماکے کرنا، اپنے ہی مسلمان بھائیوں کو قتل کرنا جہاد ہرگز نہیں ہے۔ یہ سب کچھ حکمت کے بھی خلاف ہے اور اس طریقے سے اسلام نافذ نہیں ہو سکتا۔ ہم تو صوفیاء کے نظریۂ محبت کے علمبردار ہیں۔ ہمارا یقین اور ایمان ہے کہ دلوں کو حسن سلوک، پیار اور محبت سے فتح کیا جا سکتا ہے، بندوق سے نہیں۔

✿ دلیل راہ: اس وقت امت مسلمہ زوال کا شکار ہے۔ پوری دنیا میں کوئی ایک بھی اسلامی ملک ایسا نہیں ہے۔ جس میں مکمل طور پر اسلامی اور شرعی نظام نافذ ہو۔ دوسری طرف امریکہ کی اسلام دشمنی بڑھتی اور پھیلتی جا رہی ہے۔ اس ساری صورت حال پر آپ کیا فرماتے ہیں، اسلام کی نشاۃِ ثانیہ کیسے ممکن ہے؟

☆ پیر منظور احمد شاہ: عالمی منظر نامے میں بحیثیت مجموعی امت مسلمہ کا زوال ہر دردمند مسلمان کے لئے پریشانی اور اضطراب کا باعث ضرور ہے لیکن یہ اسلام کی ناکامی نہیں بلکہ مسلم حکمرانوں اور موجودہ دور کے مسلمانوں کی ناکامی ہو سکتی ہے۔ ہماری تمام تر بدعملیوں کے باوجود اسلام تو آج بھی یورپ اور امریکہ سمیت پوری دنیا میں تیزی سے پھیل رہا ہے۔ ہمیں سوچنا چاہئے کہ امریکہ ہمارا دشمن کیوں بن گیا ہے۔ کیا ہم نے امریکہ کی کسی ریاست پر قبضہ کیا ہے؟ دراصل امریکہ کی ساری دشمنی فقط اسلام کی وجہ سے ہے۔ روس کے ٹوٹنے اور کمیونزم کی ناکامی کے بعد

WWW.NAFSEISLAM.COM

امریکہ صرف اور صرف اسلام سے خوفزدہ ہے۔ یہود و نصاریٰ اسلام کے بڑھتے ہوئے اثرات اور پھیلتی ہوئی مقبولیت کو روکنے کے لئے سازشیں کر رہے ہیں۔ امریکہ کے شہر نیویارک میں ایک بڑے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے میں نے کہا تھا کہ ''میں یہاں سیر کرنے نہیں آیا بلکہ امریکی صدر بش کو پیغام دینے آیا ہوں، وہ پیغام جو میرے حضور ﷺ نے قیصر و کسریٰ کو دیا تھا، یعنی ''اسلم تسلم''، اسلام تو دین امن و سلامتی ہے۔ اسلام تو ایک انسان کے قتل کو ساری انسانیت کا قتل قرار دیتا ہے۔ اسلام انسان دوستی کا درس دیتا ہے۔ عظمتِ آدمیت کی بات فقط اسلام کرتا ہے۔ عالمی سطح پر اسلام کی نشاۃِ ثانیہ کے لئے ضروری ہے کہ تمام اسلامی ممالک ''متحدہ مسلم بلاک'' قائم کر کے اسلامی اقوام متحدہ کا اعلان کریں۔ پوری دنیا میں کسی ایک اسلامی ملک میں بھی اسلام کا نافذ نہ ہونا، حکمرانوں کی ناکامی ہے مگر مذہبی لحاظ سے ہم پھر بھی مایوس نہیں ہیں۔ میں نے یورپ میں جگہ جگہ ''چرچ فار سیل'' کے بورڈ لگے ہوئے دیکھے ہیں۔ لیکن مسجدوں کی تعداد میں ہر روز اضافہ ہو رہا ہے۔ یورپ کے گرجا گھروں میں صرف دس بارہ بوڑھے ہی دکھائی دیتے ہیں جبکہ مسجدوں میں مسلمان نوجوان، بچے، بوڑھے سب جوق در جوق اور شوق در شوق آتے ہیں اور دین اسلام سے اپنی لازوال وابستگی ظاہر کرتے ہیں۔

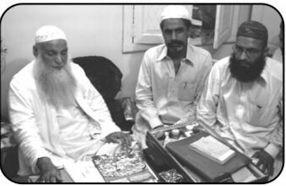

❁ دلیل راہ: کیا اسلام میں بادشاہت کا تصور ہے؟

☆ پیر منظور احمد شاہ: اگر بادشاہ مملکت کے نظام کو اسلامی احکامات و روایات کی روشنی میں کامیابی کے ساتھ چلائے تو بادشاہت کی گنجائش نکل سکتی ہے۔ نظامِ مصطفےٰ نافذ کرنے والا بادشاہ بھی ہمارے سر کا تاج ہوگا۔ البتہ دین سے ہٹ کر کسی بھی نظام اور کسی بھی بادشاہت کو قبول نہیں کیا جاسکتا۔

دیں چھوڑ کے اگر آزاد ہو ملت
ہے ایسی تجارت میں مسلماں کو خسارہ

❁ دلیل راہ:: اسامہ بن لادن سے متعلق آپ کی رائے کیا ہے؟

☆ پیر منظور احمد شاہ: ایک ملاقات کے دوران اسامہ بن لادن کے ایک قریبی عزیز نے مجھے بتایا کہ اسامہ بن لادن ''دلائل الخیرات شریف'' باقاعدگی سے پڑھتا ہے۔ شائد سعودی حکومت کی مخالفت کی وجہ بھی یہی ہو۔

❁ دلیل راہ: کیا ایک ایسا شخص جس کے ذرائع آمدن مشکوک ہوں یا ناجائز ہوں۔ ایسے شخص سے دینی مقاصد کے لئے چندہ وصول کرنا جائز ہے؟

☆ پیر منظور احمد شاہ: اگر تو کسی شخص کی کمائی میں حلال اور حرام دونوں ذرائع شامل ہوں تو حسن نیت رکھتے ہوئے یہ سمجھ کر چندہ لینا جائز ہے کہ اس شخص نے حلال کمائی سے اللہ کی راہ میں خرچ کیا ہوگا۔ البتہ سو فیصد حرام کمائی والے شخص سے چندہ لینا جائز نہیں ہے۔

❁ دلیل راہ: آپ کی زندگی کا وہ لمحہ کون سا تھا، جب آپ بے حد خوش ہوئے؟

☆ پیر منظور احمد شاہ: میں نے بارہ سال مسلسل حج کے لئے درخواستیں دیں لیکن قرعہ نہ نکلا۔ 12 سال کے طویل انتظار کے بعد جب میں سخت بیمار تھا، تو حج کی درخواست منظور ہوگئی۔ وہ لمحہ میری زندگی کا خوش ترین لمحہ تھا۔ میری والدہ نے مجھے کہا کہ بیٹا اس بیماری کی حالت میں کیسے جاؤ گے؟ تو میں نے اپنی والدہ محترمہ سے عرض کیا کہ مدینۃ الرسول، کائنات کا سب سے بڑا ہسپتال ہے اور ہسپتالوں میں بیمار ہی جاتے ہیں۔ چنانچہ میں حج پر گیا اور مدینہ شریف کی مٹی اپنے جسم پر ملی، مجھے یاد ہے، میں جب مدینہ شریف کی مٹی اپنے جسم پر لگا رہا تھا تو مدینہ منورہ کے بچے مجھے دیکھ کر ہنس رہے تھے تو میں نے ہنستے ہوئے بچوں کو دیکھ کر اللہ کا شکر ادا کیا کہ میری وجہ سے شہر محبوب کے بچے خوش ہو رہے ہیں۔ خدا کا کرم ملاحظہ کیجئے، کہ مدینہ کی مٹی جسم پر لگانے سے میں نا صرف تندرست ہوگیا بلکہ اس کے بعد آج تک وہ بیماری دوبارہ نہیں ہوئی۔

❁ دلیل راہ: آپ کی زندگی کا وہ لمحہ کون سا تھا جب آپ بہت دکھی ہوئے؟

☆ پیر منظور احمد شاہ: زندگی میں سب سے زیادہ دکھ اس وقت ہوا جب میرے شیخ کا وصال ہوا۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

۞ دلیل راہ: اپنے شیخ کے وصال کے بعد کا کوئی ایسا واقعہ اور کوئی ایسی بات جو آپ بتانا پسند کریں؟ یا کوئی کرامت؟

☆ پیر منظور احمد شاہ: ایک مرتبہ مجھے دل کا عارضہ لاحق ہوگیا۔ بہت سارے اعلیٰ ترین ڈاکٹروں سے علاج کے باوجود مرض ٹھیک نہیں ہوا۔ ایک روز ہمارے محلے کے ایک عیسائی نے مجھے کہا کہ آپ میرے ساتھ لاہور چلیں، وہاں میرا ایک عزیز ہارٹ سپیشلسٹ ہے۔ اس سے آپ کا علاج کرواتے ہیں۔ میں نے اسے ہاں یا ناں میں جواب دینے کی بجائے سوچ کر فیصلہ کرنے کا کہا۔ رات کو سوتے ہوئے میرے شیخ خواب میں تشریف لائے اور فرمایا کہ ''منظور لاہور نہ جانا اور صبح سویرے گاجر کھایا کرو، اللہ کرم کرے گا۔ چنانچہ میں نے اگلی ہی صبح

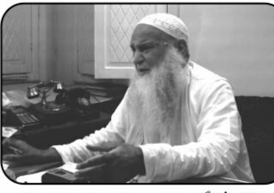

ناشتے میں گاجر کھانا شروع کر دی۔ اس طرح کچھ ہی دنوں بعد میری تکلیف ختم ہوگئی اور میں تندرست ہوگیا۔ اس کے بعد ایک مرتبہ آلومہار شریف کے صاحبزادہ فیض الحسن شاہ صاحب نے مجھ سے اس واقعہ کی نسبت سے گاجر کھانے کی اجازت چاہی اور اصرار کر کے کہا کہ آپ یہ جملہ اپنی زبان سے ادا کریں کہ ''میں نے اپنے شیخ کے حکم پر گاجر کھانے کی آپ کو اجازت دی'' میں نے صاحبزادہ کو اجازت دے دی تو گاجر کھانے سے ان کا عارضۂ دل بھی ٹھیک ہوگیا۔

۞ دلیل راہ: آپ کی تصنیفات کی تفصیل کیا ہے؟

☆ پیر منظور احمد شاہ: ان دنوں تفسیر پر کام کر رہا ہوں۔ آٹھ پاروں کی تفسیر کا کام مکمل ہو چکا ہے۔ بے پناہ مصروفیات کی وجہ سے صرف فجر کے بعد تفسیر کا کام کرتا ہوں۔ اس کے علاوہ اب تک چھوٹی بڑی 106 کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔ جن میں ''جلوۂ جاناں'' چار جلدوں پر مشتمل ہے۔ میری سب سے اہم اور مقبول تصنیف ''مدینۃ الرسول'' ہے جو 440 صفحات پر مشتمل ہے اور اب تک اس کے پندرہ سے زائد ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔ اس کتاب پر مجھے حکومتِ پاکستان کی طرف سے 1985ء میں ایوارڈ بھی دیا گیا۔ سب سے اہم بات یہ ہے کہ میری اس کتاب کو بارگاہِ نبوی میں قبولیت کا درجہ مل چکا ہے۔ میرا ایک مرید کسی کارخانے میں کام کرتا تھا، اس نے یہ کتاب ''مدینۃ الرسول'' فارغ وقت میں پڑھنے کی غرض سے کارخانے میں رکھی ہوئی تھی۔ اس کارخانے کے مالک کو علم ہوا تو اس نے ناراضگی کا اظہار کیا۔ مجھے اس واقعہ کا علم ہوا تو میں نے مالک کو خط لکھا کہ آپ نے بالکل درست ناراضگی کا اظہار کیا، میرے مرید کو دورانِ ملازمت کتاب کا مطالعہ نہیں کرنا چاہئے تھا۔ خط کے ساتھ میں نے کتاب بھی تحفتاً اس کو ارسال کر دی۔ چند روز کے بعد کارخانے کا وہ مالک روتا ہوا میرے پاس آیا اور کہنے لگا کہ میں نے یہ پڑھنا شروع کی اور جس رات مکمل کی، اسی رات حضور نبی کریم ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی، اسی طرح ایک اور شخص کو خواب میں حضور سرور کائنات ﷺ کی بارگاہ اقدس میں شرف باریابی نصیب ہوا تو اس نے حضور ﷺ کے سامنے دو کتابیں پڑی ہوئی دیکھیں۔ جن میں ایک حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی ''جذب القلوب'' اور دوسری فقیر کی کتاب ''مدینۃ الرسول'' تھی۔

۞ دلیل راہ: آپ کی پسندیدہ تفسیر کون سی ہے؟

☆ پیر منظور احمد شاہ: علمائے اہل سنت کی تمام تفاسیر نہایت اعلیٰ پائے کی ہیں۔ میں کسی پر بھی تنقید نہیں کر سکتا۔ جس نے بھی قرآن مجید کے حوالے سے کام کیا ہے۔ وہ قابل قدر ہے۔ میں تمام تفاسیر کا مطالعہ کرتا ہوں اور جس میں جو بھی بات پسند آئے وہ اپنی تفسیر کے لئے نوٹ کر لیتا ہوں۔

۞ دلیل راہ: کیا اسلام نے ارتکازِ دولت سے منع نہیں کیا ہے اگر ایسا ہے تو مذہبی راہنماؤں اور علمائے کرام کی طرف سے ارتکازِ دولت کے خلاف آواز کیوں بلند نہیں کی جاتی؟

☆ پیر منظور احمد شاہ: اسلام کے دیئے ہوئے نظام معیشت کو اپنایا جائے تو ارتکازِ دولت ہو ہی نہیں سکتا۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر صرف نظامِ زکوٰۃ کو اس کی روح کے مطابق صحیح طور پر نافذ کر کے اس پر عمل کو یقینی بنا دیا جائے تو ارتکازِ دولت کا مسئلہ حل ہو جائے گا۔

۞ دلیل راہ: آپ کو محفل اچھی لگتی ہے یا تنہائی؟

☆ پیر منظور احمد شاہ: دینی محفل میں دل لگتا ہے اور طبیعت خوش ہوتی ہے اس کے علاوہ تنہائی دل کو بھاتی ہے۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

✿ دلیل راہ: آپ کو شہر میں رہنا پسند ہے یا دیہات میں؟

☆ پیر منظور احمد شاہ: دیہات سے وابستگی زیادہ ہے۔ دیہات میں رہنا فطرت کی آغوش میں رہنے کے مترادف ہے۔ دیہات میں رہنا اس لئے بھی پسند ہے کہ وہاں کی آب وہوا صاف ہوتی ہے۔ جرائم کم ہوتے ہیں اور دیہاتی لوگوں کے عقیدے ٹھیک اور مضبوط ہوتے ہیں۔ دیہات کے سادہ اور تصنع سے پاک ماحول میں قدرت الٰہیہ کے آثار زیادہ ہوتے ہیں۔

✿ دلیل راہ: آپ کا پسندیدہ شہر کون سا ہے؟

☆ پیر منظور احمد شاہ: مدینہ منورہ اور اس کے بعد پاکپتن شریف۔

✿ دلیل راہ: آپ کا پسندیدہ لفظ کون سا ہے؟

☆ پیر منظور احمد شاہ: محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)

✿ دلیل راہ: آپ کا پسندیدہ خطیب؟

☆ پیر منظور احمد شاہ: جو خطیب میرے حضور ﷺ کا ذکر پیار سے کرے، وہی اچھا لگتا ہے۔

✿ دلیل راہ: آپ کا پسندیدہ پھل؟

☆ پیر منظور احمد شاہ: آم (انور رٹول)

✿ دلیل راہ: آپ کا پسندیدہ پھول؟

☆ پیر منظور احمد شاہ: گلاب

✿ دلیل راہ: آپ کا پسندیدہ رنگ؟

☆ پیر منظور احمد شاہ: سبز، گنبد خضریٰ کی نسبت سے۔

✿ دلیل راہ: آپ کا پسندیدہ شعر؟

☆ پیر منظور احمد شاہ:

مٹی نہ ہو برباد پسِ مرگ الٰہی
جب خاک اڑے مری تو مدینہ کی ہوا ہو

✿ دلیل راہ: آپ کا پسندیدہ جانور؟

☆ پیر منظور احمد شاہ: مجھے بکری پسند ہے۔

✿ دلیل راہ: آپ کا پسندیدہ پرندہ؟

☆ پیر منظور احمد شاہ: تیتر، سبحان تیری قدرت سے مشابہہ آواز کی وجہ سے۔

✿ دلیل راہ: آپ کو دن اچھا لگتا ہے یا رات؟

☆ پیر منظور احمد شاہ: جب یاد محبوب کی خوشبو نصیب ہو جائے وہی لمحہ اچھا لگتا ہے۔ اگر دن کو حضور ﷺ کا ذکر ہو تو دن اچھا لگتا ہے، رات کو ذکرِ محبوب ہو تو رات مہک مہک جاتی ہے۔

✿ دلیل راہ: قیامت کب آئے گی؟ کیا قرب قیامت کی نشانیاں ظاہر ہونا شروع نہیں ہو گئیں؟

☆ پیر منظور احمد شاہ: قیامت کے بڑے آثار ابھی پیدا نہیں ہوئے۔

✿ دلیل راہ: تعلیم نسواں سے متعلق آپ کی رائے کیا ہے؟

☆ پیر منظور احمد شاہ: خواتین کی تعلیم کے خلاف نہیں ہونا چاہئے۔ خواتین کے لئے دینی اور دنیاوی تعلیم بے حد ضروری ہے۔ ہماری خواتین اور ہماری مائیں تعلیم یافتہ اور تربیت یافتہ ہوں گی تو وہ اپنی اولاد کی بھی تعلیم و تربیت کرنے کے قابل ہوں گی۔ اچھی اور عظیم قوم تیار کرنے کے لئے عظیم ماؤں کا ہونا ضروری ہے۔ خواتین کے دینی اداروں کا قیام وقت کی اہم ترین ضرورت ہے۔ ہمارے دارالعلوم میں بچیوں کی تعلیم کا اعلیٰ انتظام ہے۔ ایک ہزار طالبات ہوسٹل میں قیام پذیر ہیں۔ الحمد اللہ میری اپنی بیٹی دورہ حدیث پڑھاتی ہے۔

✿ دلیل راہ: پسند کی شادی کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟

☆ پیر منظور احمد شاہ: اگر شادی کے فیصلے میں والدین کی رائے شامل نہ ہو تو شادی بے برکت ہو جاتی ہے۔

Nafse Islam
نفس اسلام
WWW.NAFSEISLAM.COM

✿ دلیل راہ: پاکستان کے وزیرِ اعظم نے سزائے موت کو ختم کرنے کا اعلان کیا ہے۔اس اعلان پر آپ کا ردِ عمل کیا ہے؟

☆ پیر منظور احمد شاہ: یہ بالکل غلط اور مداخلت فی الدین کے مترادف ہے۔۔۔

✿ دلیل راہ: ایک سال سے زائد عرصہ گزارنے کے باوجود عدالتی بحران حل نہیں ہوا اور معزول ججوں کی بحالی کا خواب شرمندۂ تعبیر نہیں ہوسکا۔اس مسئلہ پر آپ کی رائے کیا ہے؟

☆ پیر منظور احمد شاہ: میں عدلیہ کی آزادی کے لئے بے مثال تحریک چلانے اور قربانیاں دینے پر وکلاء برادری کو سلام کرتا ہوں۔میرے خیال میں پی سی او کے تحت حلف اٹھانے سے انکار کرنے والے باضمیر ججوں کو ہر صورت بحال ہونا چاہئے اور حکمران طبقہ اس سلسلہ میں اپنے وعدے پورے کرے۔

✿ دلیل راہ: آپ نے دنیا کو کیسا پایا؟

☆ پیر منظور احمد شاہ: دنیا کو اچھا پایا۔اسی دنیا میں حضور ﷺ کی محبتوں کا درس دیا، ادارہ بنایا، کتابیں لکھیں، دین کی خدمت کی توفیق نصیب ہوئی۔دعا ہے دنیا سے جاتے وقت خاتمہ ایمان پر ہو۔

✿ دلیل راہ: آپ کون کون سے ممالک کا تبلیغی دورہ کر چکے ہیں؟

☆ پیر منظور احمد شاہ: ہندوستان، یمن، سعودی عرب، سوئٹزرلینڈ، امریکہ، ناروے، انگلینڈ کے سفر کر چکا ہوں۔اب اٹلی جا رہا ہوں۔

✿ دلیل راہ: آپ ہر سال ساہیوال میں دعائیہ اجتماع کرتے ہیں، یہ سلسلہ کب سے جاری ہے؟ اور اس کے مقاصد کیا ہیں؟

☆ پیر منظور احمد شاہ: ہمارا سالانہ دعائیہ اجتماع پچاس سال سے جاری ہے۔حرم شریف میں ایک تقریب سے اس کا آغاز ہوا۔اور اب ہر سال جامعہ فریدیہ کی سالانہ تقریب کے موقع پر دعائیہ اجتماع بھی منعقد کیا جاتا ہے۔جس میں لاکھوں افراد اکٹھے ہو جاتے ہیں۔

✿ دلیل راہ: ماضی اور حال کے حکمرانوں میں سے کسی کے ساتھ ملاقات کا کوئی یادگار واقعہ، جو آپ سنانا پسند کریں؟

☆ پیر منظور احمد شاہ: جنرل ضیاء الحق نے علماء و مشائخ کا ایک کنونشن اسلام آباد میں بلایا تھا۔میں بھی اس میں شریک ہوا۔اس موقع پر میں نے اپنی تقریر میں جنرل ضیاء الحق سے مخاطب ہو کر کہا کہ آپ کو اللہ نے موقع دیا ہے، آپ ملک میں عملاً نظامِ مصطفےٰ نافذ کریں۔جنرل ضیاء الحق نے جواب دیا کہ آپ لوگوں کو علم نہیں کہ اسلام نافذ کرنا کس قدر مشکل ہے۔تب میں نے جواباً کہا کہ اگر سمندر کی مچھلیوں پر بھی مارشل لاء نافذ کیا جا سکتا ہے تو انسانوں اور مسلمانوں پر اسلام نافذ کیوں نہیں کیا جا سکتا۔پھر میں نے کہا کہ ضیاء الحق صاحب! اگر کل قیامت کے روز حضور ﷺ نے آپ سے اسلامی نظام کے متعلق پوچھ لیا تو کیا جواب دو گے میری یہ بات سن کر جنرل ضیاء الحق رونے لگ گئے۔جنرل پرویز مشرف نے مجھے ملاقات کی دعوت دی تھی۔لیکن میں نے معذرت کر لی۔میاں نواز شریف کے ساتھ جدہ میں ملاقاتیں ہوتی رہی ہیں۔نواز شریف دیندار اور حیا والا انسان ہے۔نمازی ہے، اس لئے ہمیں اچھا لگتا ہے۔

✿ دلیل راہ: آپ کے کتنے بیٹے ہیں؟ اور ان کے مشاغل کیا ہیں؟

☆ پیر منظور احمد شاہ: میرا بڑا بیٹا مکہ یونیورسٹی کا فاضل ہے۔جامعہ فریدیہ میں دورۂ حدیث پڑھاتا ہے۔دوسرا بیٹا مظہر فرید ہے، جو ایم اے، پی ایچ ڈی اور علم میراث کا ماہر ہے۔میرے سارے کام وہی سنبھالتا ہے۔تیسرا بیٹا بھی ایم اے اور درسِ نظامی کر چکا ہے۔آج کل وہ جامعہ فریدیہ کی پرنٹنگ پریس کے معاملات کی نگرانی کرتا ہے۔میرے چوتھے بیٹے کا داخلہ مصر کی جامعہ الازہر میں ہو چکا تھا لیکن جانے سے پہلے وہ اللہ کو پیارا ہو گیا اور میں اپنے اس پیارے بیٹے کی جدائی کا صدمہ جھیل رہا ہوں۔

✿ دلیل راہ: عیسائیوں کے ساتھ آپ کے مناظروں کی بہت دھوم ہے، بے شمار عیسائیوں نے آپ کے ہاتھ پر اسلام بھی قبول کیا ہے۔ان مناظروں اور معرکوں کی کہانی ہم بھی سننا چاہتے ہیں؟

☆ پیر منظور احمد شاہ: ساہیوال جس کا پرانا نام منٹگمری تھا، یہاں پر عیسائیوں کا بہت زور تھا۔چنانچہ جب میں یہاں آیا تو عیسائیوں کے ساتھ بہت مناظرے ہوئے، جلسے ہوئے۔الحمد للہ اندرون و بیرون ملک اس وقت 7000 سے زائد لوگ اس فقیر کے ہاتھوں مسلمان ہو چکے ہیں۔ایک مرتبہ حضرت خواجہ قمر الدین سیالوی کراچی میں تھے تو ایک عیسائی پادری نے انہیں دعوت مناظرہ دی۔سیال شریف کے مقام پر مناظرہ ہوا۔خواجہ صاحب نے حضرت علامہ سید ابوالبرکات کو خط لکھا اور تعاون کے لئے کسی عالم دین کے متعلق پوچھا۔علامہ سید ابوالبرکات نے مولانا محمد بخش مسلم کا نام تعاون کے لئے پیش کیا۔جب مولانا محمد بخش مسلم کو علم ہوا تو انہوں نے خواجہ صاحب کو خط لکھا کہ ساہیوال سے مولانا منظور احمد کو بلائیں۔چنانچہ مجھے بلایا گیا اور میں حاضر ہوا۔سیال شریف میں قیام کے دوران صرف تین دن کے مختصر عرصہ میں ''اسلام

اور عیسائیت'' کے عنوان سے ایک کتاب لکھ دی۔ جسے دیکھ کر حضرت خواجہ قمر الدین سیالوی بہت زیادہ خوش ہوئے۔ مناظرے کا دن آیا تو پادری صاحب تشریف نہ لائے اور اس طرح مسلمانوں نے مناظرہ جیت لیا۔ سیال شریف سے واپسی پر پیر سیال مجھے الوداع کہنے کے لئے خود چل کر آئے اور مجھے اس وقت کے لحاظ سے خطیر رقم عطا فرمائی۔ میں عیسائیوں کے گرجا گھروں میں اکیلا ہی چلا جاتا اور ان کے پادریوں سے گفتگو کرتا۔ ایک مرتبہ میری والدہ کو حضور ﷺ کی زیارت ہوئی اور حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ منظور سے کہو کہ عیسائیوں کے گرجاؤں میں اکیلا نہ جایا کرے۔

ایک عیسائی پادری عبدالحق نامی مدرسہ دیوبند کا پڑھا ہوا تھا۔ اس نے عیسائیت کے حق میں ایک کتاب ''التثلیث فی التوحید'' لکھی، مجھ تک یہ بات پہنچی تو میں نے اس کے جواب میں ''لاتثلیث فی التوحید'' نامی کتاب اس کے جواب میں لکھی۔ ایک مرتبہ وہ ساہیوال آیا تو ساہیوال کے عیسائی مجھے اس کے پاس لے گئے اور کہا کہ یہ مولانا منظور صاحب عیسائیت کے بڑے خلاف ہیں اس نے مجھے کہا کہ کیا آپ نے میری کتاب التثلیث فی التوحید پڑھی ہے؟ میں نے کہا کہ میں نے پڑھی ہے اور اس کا جواب ''لاتثلیث فی التوحید'' بھی لکھ دیا ہے۔ تو وہ چونک کر کہنے لگا کہ آپ سے کل بات ہوگی۔ چنانچہ دوسرے دن ایک انگریز کے گھر دو تین سو افراد کے سامنے ہماری گفتگو ہوئی۔ اس نے مجھے کہا کہ آپ عیسائیت کے خلاف کیوں ہیں؟ تو میں نے کہا کہ عیسائی مذہب ناقص اور نامکمل ہے۔ ہمارے مسائل کا تسلی بخش حل پیش نہیں کرتا۔ وہ کہنے لگا کیسے؟ تو میں نے کہا دیکھئے! آپ کے دو بیٹے اور ایک بیوی ہے، خدانخواستہ آپ فوت ہوجائیں تو عیسائی مذہب کے حوالے سے آپ کی جائیداد کیسے تقسیم ہوگی؟ یقیناً آپ کی کوئی کتاب اس مسئلے کا حل پیش نہیں کرتی۔ لیکن آپ اسلامی حوالے سے کوئی مسئلہ پیش کریں میں کتاب وسنت کی روشنی میں اس کا جواب پیش کروں گا۔ یہ سن کر وہ پادری مبہوت ہوگیا اور اس سے کوئی جواب نہ بن سکا۔

✿ دلیل راہ: آپ طالب علمی کے زمانے میں اپنے اساتذہ سے سوالات کیا کرتے تھے یا خاموش رہتے تھے؟

☆ پیر منظور احمد شاہ: اساتذہ میں کو علماء تھے اور راسخ العلم تھے، میں ان سے بہت سوال پوچھتا تھا۔ البتہ جو صوفی ہوتے ہیں اور درویش ہوتے ہیں ان کے سامنے خاموش رہتا ہوں، کیونکہ وہ لوگ قال کی نہیں حال کی دنیا سے تعلق رکھتے ہیں۔

✿ دلیل راہ: جامعہ فریدیہ کے اخراجات کے بندوبست کا کیا نظام ہے؟

☆ پیر منظور احمد شاہ: اس وقت ہمارے دارالعلوم میں 1900 طلباء زیرِ تعلیم ہیں۔ ستر ہزار روپے ماہانہ صرف آٹے کا خرچ ہے۔ اس سال تقریباً ایک کروڑ 75 لاکھ روپے سالانہ اخراجات ہوئے۔ ہم نے جامعہ کے لئے چندہ جمع کرنے کی غرض سے کوئی سفیر مقرر نہیں کیا۔ جو ملک بھر کا دورہ کر کے چندہ جمع کرے۔ ہمارا بھروسہ اللہ کی ذات پر ہے۔ اللہ بندوبست کر دیتا ہے اور نظام چل رہا ہے۔

دلیل راہ: آخر میں ہمارے لئے اور ''دلیل راہ'' کے قارئین کے لئے کوئی نصیحت اور کوئی پیغام ارشاد فرمائیں:

☆ پیر منظور احمد شاہ:

ہر کہہ عشقِ مصطفےٰ سامانِ اوست
بحر و بر در گوشۂ دامانِ اوست

''دلیل راہ'' کے چیف ایڈیٹر اور ہماری جماعت اہل سنت کے مرکزی ناظم اعلیٰ علامہ سید ریاض حسین شاہ ہمیں بہت پیارے لگتے ہیں۔ وہ صاحب ذوق اور صاحب قلم ہیں۔ ہمارے پیارے دوست، اچھے ساتھی اور عظیم شخصیت ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے شاہ صاحب کو بے پناہ صلاحیتیں اور اخلاص عطا کر رکھا ہے۔ میری ان سے درخواست ہے کہ وہ اہل سنت کے اتحاد کی کوشش کریں اور یا رسول اللہ کہنے والوں کو ایک پلیٹ فارم پر اکٹھا کریں۔

✿✿✿

سفیرِ عشق رسول اللہ ﷺ اور اپنے عہد کے شعلہ نواء خطیب

مولانا محمد شفیع اوکاڑوی

محمد نواز کھرل

اپنے عہد کے مقبول ومحبوب اور شعلہ نواء خطیب مولانا محمد شفیع اوکاڑوی زندگی بھر حُبِّ الٰہی اور عشق رسول اللہ ﷺ کے چراغ روشن کرتے رہے۔ عشق رسول اللہ ﷺ ان کا شیوہ اور ذکر رسول اللہ ﷺ ان کا وظیفہ رہا۔ سمتوں میں ان کی صدائے حق کی گونج تھی۔ ملک ملک، قریہ قریہ، گلی گلی دین مبین کا پرچم اٹھائے ہوئے وہ اندھیرے دور کرتے رہے اور روشنی پھیلاتے رہے۔ وہ مسیحا نفس تھے۔ انہیں اہل سنت کے مجدد کا رتبہ ملا اور خطیب اعظم پاکستان کہلائے۔ عالمی سطح پر شہرت ومقبولیت کے بامِ عروج پر پہنچنے والے، اجالوں کے نقیب مولانا محمد شفیع اوکاڑوی 1929ء میں بھارتی مشرقی پنجاب کے علاقہ کھیم کرن میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد گرامی حاجی شیخ کرم الٰہی مرحوم پنجاب کی معزز شیخ تاجر برادری سے تعلق رکھتے تھے۔ مولانا اوکاڑوی نے اپنے شیخ طریقت حضرت پیر میاں غلام اللہ شرقپوری اور علمائے اہل سنت کے ساتھ زمانہ طالب علمی میں تحریک پاکستان میں بھرپور حصہ لیا اور قیام پاکستان تک سرگرم عمل رہے۔

1947ء میں ہجرت کر کے اوکاڑہ آگئے اور جامعہ حنفیہ اشرف المدارس قائم کیا۔ جس کے بانیان اور سرپرستوں میں سے تھے۔ دارالعلوم اشرف المدارس اوکاڑا کے شیخ الحدیث حضرت علامہ مولانا غلام علی اشرفی اوکاڑوی اور مدرسہ عربیہ اسلامیہ انوار العلوم ملتان کے شیخ الحدیث حضرت علامہ مولانا سید احمد سعید کاظمی سے علوم دینیہ حاصل کئے اور اسناد حاصل کرنے کے بعد جامع مسجد مہاجرین منٹگمری (ساہیوال) میں نماز جمعہ کی خطابت شروع کی اور برلا ہائی سکول اوکاڑا میں دینیات کے معلم رہے۔ 1952ء میں تحریک ختم نبوت میں سید عالم ختمی مرتبت حضور ﷺ کی عزت وناموس کے لئے بھرپور حصہ لیا۔ تحریک کے دوران دس ماہ منٹگمری جیل میں رہے۔ اسیری کے ان ایام میں مولانا کے دو فرزند تنویر احمد اور منیر احمد جن کی عمر بالترتیب تین سال اور ایک سال تھی انتقال کر گئے۔ یہ دونوں مولانا کے پہلے فرزند تھے۔ ان کی وفات کے سبب گھریلو حالات پریشان کن تھے۔ کچھ بااثر لوگوں نے ڈپٹی کمشنر ساہیوال سے مل کر سفارش کی۔ ڈپٹی کمشنر نے جیل کا دورہ کیا۔ گرفتار شدگان سے ملاقات کی اور مولانا اوکاڑوی کو بالخصوص الگ بلا کر کہا کہ ''بچوں کی وفات کی وجہ سے آپ کے گھر کے حالات ٹھیک نہیں ہیں۔ میرے پاس آپ کے لئے بہت سفارشیں ہیں آپ معافی نامے پر دستخط کر دیں آپ کا معافی نامہ عوام سے پوشیدہ رکھا جائے گا اور آج ہی آپ کو رہا کر دیا جائے گا'' مولانا اوکاڑوی نے جواباً کہا کہ

''میں نے عزت وناموس مصطفیٰ ﷺ کے لئے کام کیا ہے اور میرا عقیدہ ہے کہ حضور ﷺ آخری نبی ہیں۔ لہٰذا معافی مانگنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ بچے اللہ کو پیارے ہوگئے۔ میری جان بھی چلی جائے تب بھی اپنے عقیدے پر قائم رہوں گا اور معافی نہیں مانگوں گا''

اس جواب پر حکومت برہم ہوئی اور مزید سختی کر دی گئی۔ دفعہ 3 میں نظر بند کر دیا گیا اور ملاقات پر بھی سختی سے پابندی عائد کر دی گئی۔ مولانا نے آخر وقت تک صبر واستقلال سے تمام صعوبتیں برداشت کیں۔ اوکاڑا قیام کے دوران دینی ومذہبی اور ملی وسماجی امور میں ہمیشہ نمایاں طور پر حصہ لیتے رہے۔ 1955ء میں کراچی کے مذہبی حلقوں کے شدید اصرار پر کراچی منتقل ہوگئے۔ کراچی کی سب سے بڑی مرکزی میمن مسجد بولٹن مارکیٹ کے خطیب وامام مقرر ہوئے اور جب سے تادم آخر شب وروز دین ومسلک کی تبلیغ میں مصروف رہے۔

میمن مسجد کی امامت وخطابت کے بعد تقریباً تین برس جامع مسجد عیدگاہ میدان اور سوا دو سال جامع مسجد آرام باغ اور بارہ برس نور مسجد نزد جوبلی سینما میں بلا معاوضہ خطابت کے فرائض انجام دیتے رہے اور نماز جمعہ پڑھاتے رہے۔ ہر مقام پر زبردست اجتماع ہوتا۔ ان تمام مساجد میں تفسیر قرآن کا درس دیتے رہے اور نو پاروں کی تفسیر بیان کی۔

اس دوران 1964ء میں پی ای سی ایچ سوسائٹی کراچی میں مسجد غوثیہ ٹرسٹ سے ملحق ایک دینی درس گاہ قائم کی جس کا نام دارالعلوم حنفیہ غوثیہ ہے۔ الحمدللہ وہاں سے متعدد طلبہ علوم دینیہ حاصل کر کے چہار سمت تبلیغ دین کر رہے ہیں۔ 1972ء میں ڈولی کھاتہ گلستان شفیع اوکاڑوی (سولجر بازار) کراچی میں ایک قطعہ زمین پر جو ڈیڑھ سو برس سے مسجد کے لئے وقف تھا، تعمیر مسجد کی بنیاد مولانا اوکاڑوی نے رکھی اور بلا معاوضہ خطابت شروع کی۔ ایک ٹرسٹ قائم کی جس کا نام گلزار حبیب ﷺ رکھا۔ اس ٹرسٹ کے زیر اہتمام جامع مسجد گلزار حبیب اور جامعہ اسلامیہ گلزار حبیب زیر تعمیر ہے۔ اسی کے پہلو میں آپ کی آخری آرام گاہ ہے۔ مسلسل چھتیس برس تک ہر شب مولانا محمد شفیع اوکاڑوی مذہبی تقاریر فرماتے رہے ہیں۔ مولانا کی علمی استعداد، حسن بیان اور خوش الحانی اور شانِ خطابت نہایت منفرد اور ہردلعزیز تھی۔ ہر تقریر میں ہزاروں بلکہ لاکھوں افراد کے اجتماعات ہوتے تھے۔ ماہ محرم کی شب عاشورہ میں ملک کا سب سے بڑا مذہبی اجتماع مولانا کے خطاب کی مجلس کا ہوتا تھا۔ پاکستان کا کوئی علاقہ شاید ہی ایسا ہو جہاں مولانا نے خطاب نہ فرمایا ہو۔

دین ومسلک کی تبلیغ کے لئے مولانا نے شرق اوسط، خلیج کی ریاستوں، بھارت اور جنوبی افریقہ، ماریشس اور دوسرے ملکوں کے دورے کئے۔ صرف جنوبی افریقہ میں 1980ء تک مولانا کی تقاریر کے ساٹھ ہزار کیسٹس فروخت ہو چکے تھے۔ دوسرے ممالک میں فروخت ہونے

والی تعداد بھی کم نہیں اور اب مولانا کی وڈیو کیسٹس اور سی ڈیز بھی پھیل رہی ہیں۔ مولانا اوکاڑوی کی عالمانہ تحقیق اور عشق رسول پر مبنی متعدد مذہبی تصانیف ہیں جو مذہبی حلقوں میں نہایت قدر کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہیں۔ ان کے نام یہ ہیں ذکر جمیل، ذکر حسین (دو حصے) راہ حق، درس توحید، شام کربلا، راہِ عقیدت، امام پاک اور یزید پلید، برکات میلاد شریف، ثواب العبادات، نماز مترجم، سفینہ نوح (دو حصے)، مسلمان خاتون، انوار رسالت، مسئلہ طلاق ثلاثہ، نغمۂ حبیب، مسئلہ سیاہ خضاب، انگوٹھے چومنے کا مسئلہ، (نثری تقاریر) اخلاق و اعمال، جہاد و قتال، آئینہ حقیقت، مسئلہ بیس تراویح اور متعدد مقالات پر مشتمل رسائل وغیرہ۔

16 اکتوبر 1962ء میں کراچی کے علاقہ کھڈہ میں ایک سازش کے تحت اختلاف عقائد کی بنا پر کچھ لوگوں نے محض تعصب کا شکار ہو کر دوران تقریر مولانا اوکاڑوی پر چھریوں اور چاقوؤں سے شدید قاتلانہ حملہ کیا جس سے آپ کی گردن، کندھے، سر اور پشت پر نہایت گہرے زخم آئے۔ کراچی کے سول ہسپتال میں دو دن بعد پولیس آفیسر کو اپنا بیان دیتے ہوئے مولانا نے کہا کہ

"مجھے کسی سے کوئی ذاتی عناد نہیں، نہ میں مجرم ہوں، اگر میرا کوئی جرم ہے تو صرف یہ کہ میں دین اسلام کی تبلیغ کرتا ہوں اور سید عالم محسن انسانیت حضور تاجدار دوجہاں ﷺ کی تعریف و ثنا کرتا ہوں۔ میں کسی سے بدلہ لینا نہیں چاہتا اور نہ میں حملہ آوروں کے خلاف کچھ کرنا چاہتا ہوں۔ میرا خون ناحق بہایا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے قبول فرمائے اور میری نجات کا ذریعہ بنائے۔ میں حملہ آوروں کو معاف کرتا ہوں۔ باقی آپ لوگ بقائے امن کے لئے جو مناسب ہو وہ کریں تا کہ ایسی کاروائیاں آئندہ نہ ہوں"

مولانا نے اس مقدمے کے لئے کوئی وکیل نہیں کیا، نہ کسی مقدمے کی پیروی کی صرف ایک گواہ کی حیثیت سے اپنا بیان دیا۔ مولانا کا اس حملے سے جانبر ہونا محض ایک کرشمہ تھا۔ انگریزی اخبار ڈیلی دی نیوز کا پہلا شمارہ انہی دنوں جاری ہوا۔ جس کی بڑی سرخی مولانا پر قاتلانہ حملے سے متعلق تھی۔ مولانا ڈھائی مہینے ہسپتال میں زیر علاج رہے اور ہسپتال سے فارغ ہوتے ہی پھر تبلیغ دین میں مصروف ہو گئے۔ اس قاتلانہ حملے کے خلاف ملک بھر میں شدید احتجاج ہوا۔

1965ء میں پاک بھارت جنگ کے موقع پر آپ نے پورے ملک میں جذبۂ جہاد کے لئے ملت کی رہنمائی کی۔ قومی دفاعی فنڈ میں ہزاروں روپے دیئے اور اپنی تقاریر کے اجتماعات میں لاکھوں روپے کا سامان، جو لباس اور اشیائے خورد و نوش پر مشتمل تھا، جمع کیا اور ہزاروں روپے نقدی سمیت علمائے کرام کے ایک وفد کے ساتھ آزاد کشمیر گئے اور مقبوضہ کشمیر کے مظلوم مہاجرین کے کیمپوں میں سامان تقسیم کیا۔ آزاد کشمیر کے بائیس مقامات سیالکوٹ چھمب جوڑیاں، لاہور واہگہ اور کھیم کرن کے متعدد محاذوں پر جا کر مجاہدین میں جہاد کی اہمیت اور مجاہد کی عظمت و شان اور فی سبیل اللہ جہاد کے موضوع پر ولولہ انگیز تقاریر کیں۔ 1970ء میں قومی اسمبلی کے امیدوار کی حیثیت سے کراچی کے سب سے بڑے حلقے سے مولانا نے انتخابات میں حصہ لیا اور قومی اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے۔ قیام پاکستان سے تادم آخر مولانا ایک مخلص اور محب وطن پاکستانی اور سچے اور پکے مسلمان ہونے کا بھرپور مظاہرہ کرتے رہے ہیں۔ ان کی شخصیت ملک بھر میں بالخصوص اور دنیا بھر میں بالعموم محبوب و محترم اور مقبول و ممتاز رہی۔ حضرت مولانا تحریک نظام مصطفیٰ ﷺ کے قافلہ سالار رہے۔ آج اس تحریک کو تاریخ میں جو مرتبہ و مقام حاصل ہے۔ اس میں ان کی خدمات اور مساعی جمیلہ بنیادی اہمیت و حیثیت رکھتی ہیں۔ جنرل محمد ضیاء الحق کی قائم کردہ مجلس شوریٰ کے معزز رکن نامزد ہوئے اور قوانین اسلامی کی ترتیب و تشکیل اور تنفیذ کے لئے کارہائے نمایاں انجام دیئے۔ علاوہ ازیں وزارت امور مذہبی کی قائمہ کمیٹیوں کے رکن رہے۔ مرکزی محکمہ اوقاف پاکستان کے نگران اعلیٰ مقرر ہوئے۔ قومی سیرت کمیٹی کے بنیادی رکن رہے۔ اتحاد بین المسلمین کے لئے ملک بھر میں نمایاں خدمات انجام دیں۔ قومی دفاعی فنڈ، افغان مجاہدین، سیلاب زدگان اور ہر ناگہانی سانحے سے متاثر ہونے والے افراد کی امداد میں ہمیشہ بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے رہے۔ سولہ مرتبہ حج و زیارت اور عمرہ کی سعادت سے مشرف ہوئے۔ 1974ء میں پہلی مرتبہ عارضہ قلب کی شکایت ہوئی مگر تبلیغی اور تنظیمی سرگرمیوں میں کوئی کمی نہیں کی بلکہ کچھ زیادہ جذبہ و جوش سے شب و روز مصروف رہے۔ تین ہزار سے زائد افراد مولانا مرحوم کے دست حق پر مشرف بہ اسلام ہوئے۔ حضرت مولانا مرحوم کو طریقت کے تمام سلاسل میں متعدد مشائخ سے اجازت و خلافت حاصل تھی۔ آپ کے مریدین ہزاروں کی تعداد میں دنیا بھر میں موجود ہیں۔ جنوبی افریقہ میں انجمن اہل سنت و جماعت قائم کی۔ وطن عزیز کی ایک موثر اور ملک گیر تنظیم "جماعت اہل سنت" کا بانی ہونے کا اعزاز بھی مولانا محمد شفیع اوکاڑوی کو حاصل ہے۔ اس کے لئے آپ نے پاکستان میں سنی تبلیغی مشن، انجمن محبان صحابہ و اہل بیت، تنظیم آئمہ و خطباء مساجد اہل سنت اور متعدد ادارے قائم کئے۔ 36 برس میں حضرت خطیب پاکستان نے اٹھارہ ہزار سے زائد اجتماعات سے سینکڑوں موضوعات پر خطاب کیا۔ جو اب تک ایک ریکارڈ ہے۔ 1975ء میں دوسری بار دل کا دورہ پڑا اور ایک ماہ سے زائد مدت زیر علاج رہے۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

1983ء میں آخری بیرون ملک سفر بھارت کے لئے کیا، اپنے دورے میں بمبئی، اجمیر، دہلی اور بریلی گئے۔ مارچ 1984ء میں شرقپور شریف میں اپنے پیرومرشد کی درگاہ کی حاضری دی اور یہ کسی درگاہ پران کی آخری حاضری تھی، 20 اپریل 1984ء کو آخری خطاب جامع مسجد گلزار حبیب کراچی میں نماز جمعہ کے اجتماع سے کیا۔ اسی شب تیسری بار دل کا شدید دورہ پڑا اور قومی ادارہ برائے امراض قلب میں داخل ہوئے اور 24 اپریل 1984ء کی صبح 55 برس کی عمر میں اذان فجر کے بعد درود وسلام پڑھتے ہوئے خالق حقیقی سے جا ملے۔

25 اپریل کو نشتر پارک کراچی میں علامہ سید احمد سعید کاظمی کی امامت میں لاکھوں افراد نے نماز جنازہ ادا کی اور مسجد گلزار حبیب کے احاطے میں مدفون ہوئے۔

☆☆☆

دل آپ اپنے شام وسحر کا ہے نقشبند

حافظ شیخ محمد قاسم

سنابل نور پڑھی اس میں شاہ جی نے اپنے گاؤں کا بڑا جمالیاتی نقشہ کھینچا ہے ایک عرصہ سے خواہش تھی کہ وہ سادہ سا دیہات جسے فطری نظاروں نے روحانی کہکشاں بنا دیا ہے اپنی آنکھوں سے دیکھوں۔ خوبصورت درختوں، رنگ برنگ پھولوں اور خوش نما وادیوں کی زیارت کر کے ذہن میں فردوس سمانے کی کوشش کروں۔ بخت رسا ثابت ہوا اور ایک دن شاہ جی کی معیت میں کوٹنالی شریف میں ورود ہوا۔ اگر میں غلط نہیں تو شاہ جی کا گھر جس چھوٹی سی پہاڑی پر واقع ہے وہ بڑے پہاڑوں کے درمیان ایسے لگتی ہے جیسے کوئی گھوڑا ہو جس کی پیٹھ پر کوئی شہریار سواری کرنے کے لئے تیاری کر رہا ہو۔ میں جب پہلی بار وہاں گیا تھا گاڑی شاہ جی نے خود چلائی تھی اور ہمارے ساتھ فیصل ستی اور بھائی رضوان احمد انجم بھی تھے۔ ڈھیری والی زیارت کے پاس کھڑے ہو کر ہم نے چاروں طرف نگاہ ڈالی، ہر طرف سبز پوش کوہستانی چوٹیاں آکاش کے سائے میں مست خیز محسوس ہوئیں۔ پرندوں کی خوش نوائیاں جیسے روحوں کو لوریاں دے رہی ہوں۔ وقت ایسا تھا کہ گھاس کی نرم و نازک پتیاں شبنم کو بھی جیسے برداشت نہ کر رہی ہوں۔ ایسے میں شاہ جی بھی ہمارے ساتھ آ کھڑے ہوئے۔ اب تو آپ کے وجود سے ہم نے اپنی سانسوں تک کو وارفتہ محسوس کیا۔ طبیعتوں میں ایک تازگی، شگفتگی اور محبت کی سرسراہٹ دیکھی خواہ مخواہ ہی ہمیں لگا جیسے ہمارے قد لانبے ہو گئے ہیں اور ہم ابھی آسمان کو چھو لیں گے لیکن ہر وقت کام میں لگے رہنے والے شاہ جی نے مسکرا کر ہمیں مکان کی چھت پر پڑے ایک ''منجے'' پر بیٹھنے کے لئے کہا اور حسب معمول فرمایا کیوں نہ قرآن حکیم کا کوئی حصہ پڑھ لیں۔ رضوان بھائی نے سورہ رحمٰن پڑھی اور شاہ جی نے مترنم سروں میں سورہ رحمٰن کا ترجمہ فرمایا۔ ارتجالاً جب آپ کوئی تفسیری کلمہ اور توضیحاتی ارشاد فضا میں بکھیرتے تو ایسا لگتا جیسے کوٹنالی شریف کی وادی طشت بن گئی ہے اور شاہ جی روحانی افکار اور رحمانی سوغات کے رنگ برنگ پھول اس طشت میں رکھ کر اپنے مہمانوں کو پیش فرما رہے ہیں۔ قرآن مجید سن کر آنکھوں میں جگنو سجانے کا مزا ہی کچھ اور تھا میں عرض کرتا چلوں کہ قرآن سننے اور سنانے کے لئے یہ ضروری نہیں کہ شاہ جی کسی محفل اور جلسہ ہی میں ہوں آپ گاڑی چلاتے ہوئے بھی یہ عبادت کر لیتے ہیں۔

آپ کو حیرانگی ہو گی کہ شاہ جی نے بارہا موبائل دورہ تفسیر پڑھایا آپ کے طالب علم الگ ایک گاڑی میں ہوتے ہیں اور جہاں خوبصورت منظر دیکھا بیٹھ گئے۔ پاک پتن سے ڈاکٹر زبیر، لاہور سے ڈاکٹر اطہر کوئٹہ سے حاجی عبدالمجید، میرے والد گرامی اور درجنوں دوسرے بخت مند لوگ اس طریق تعلیم سے مستفید ہوئے ہیں۔ شاہ جی نے لوگوں میں قرآن کا عشق پیدا کیا۔ ایک اور نفیس بات سنتے چلیے کہ شاہ جی کے سامنے اگر کوئی اختلافی مسئلہ چھیڑے اور بحث کرنے والے ہوں سنگی تو شاہ جی جواب کے لئے مفتیانہ طریقہ نہیں اپناتے بلکہ مسئلہ سے متعلق قرآن حکیم سے مخصوص آیات تلاوت فرما دیتے ہیں یا کوئی قاری موجود ہو تو اسے فرماتے ہیں کہ آیات ذرا دھیرے دھیرے تلاوت فرمائیں۔ قرآن سننے کے بعد سنگیوں سے آپ فرماتے ہیں کیا قرآن ہمارے لئے کافی نہیں۔۔۔۔''

شاہ جی نے اعلیٰ سطحی تعلیمی اداروں میں تعلیم حاصل کی۔ پنجاب یونیورسٹی، کراچی یونیورسٹی، گارڈن کالج راولپنڈی، حشمت علی اسلامیہ کالج اور جز وقتی جامعہ مدینہ میں، خانہ فرہنگ ایران اور امریکن سنٹر لیکن شاہ جی کی وضع داری اور خاندانی اقدار کا تموج ایک خاص طرز زندگی سے انہیں دور نہ ہٹا سکا۔ ان کی باتوں میں بلا کی آزادی، علم پروری اور انقلابیت ہوتی ہے لیکن وہ جدید حوالوں سے جینے کی کوشش نہیں کرتے۔ ان کا ''مولویانہ اندازِ حیات'' سرمایہ افتخار سمجھا جاتا ہے۔ شاہ جی اشفاق احمد، ممتاز مفتی اور قدرت اللہ شہاب سب سے ملے ہوئے ہیں لیکن شاہ جی کو ان کے بابوں سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ اشفاق احمد کبھی کبھار ان کے ساتھ جمعہ پڑھتے اور شاہ جی کو بابا ہی کہہ کر سلام کرتے۔ میری بدقسمتی یا خوش قسمتی سمجھئے کہ میں اشفاق احمد کے ڈراموں کا دلدادہ ہو گیا اور مجھے بھی تلاش رہنے لگی کہ اچانک کسی بیری کے بوٹے تلے کوئی بابا مل جائے اور میں بھی ہری ہری کی دنیا میں کچھ دیر سکون حاصل کر سکوں لیکن شاہ جی میرا مرض سمجھ گئے اور مجھے خوب ڈانٹ پلائی اور فرمایا ''ڈرامے کو بس ڈرامہ ہی سمجھا کریں'' مادر گیتی میں فرضی بابے تضیع اوقات کے سوا کچھ نہیں جو لوگ اپنے پانچ فٹ کے بت پر نظام خدا نافذ نہیں کر سکتے امور تکوین سے ان کا کیا تعلق ہو سکتا ہے۔ آپ جو کتابیں پڑھتے ہیں ان میں مغربیت کے فتنے چھپے ہوتے ہیں۔ یہ کتابیں سوچتی ہیں لیکن ان کی سوچ ڈیکارٹ اور ورڈز ورتھ سے آگے نہیں جاتی۔ ناقص کتابیں فکری غلامی کی رسیوں میں جکڑ لیتی ہیں۔ عزیزم قاسم تمہارے والد نے تمہیں قرآن کی راہ ڈالا ہے، یہی وہ خوبصورت راہ ہے پہلے یاد کرو پھر اس کتاب کی دعوت کو سمجھو، اگر کچھ سمجھ آ جائے تو اس فکر کا پرچم بلند کرنے کی کوشش کرو۔ یہ قرآن ہی کی برکت ہے کہ مجھے قرآن کی صورت میں علم کے ہفت آسمانوں سے واقفیت ہو گئی اور ایک بابا بھی مل گیا اب تو ٹھان لی ہے کہ ساری زندگی بس اسی بابے کے قدموں میں بسر کرنی ہے لیکن میرے قاری کو ایک زیادتی نہیں کرنی چاہئے کہ وہ شاہ جی پر الزام دھر دیں کہ آپ دوسرے مفکرین کی قدر نہیں کرتے۔ شاہ جی کی وفا کی کہانیاں تو اتنی لذیذ ہیں کہ سفینہ چاہئے اس بحر بے کراں کے لئے، ایک ہلکی سی بات آپ کو سناتا چلوں کہ ہمارے عزیز الرحمٰن بھائی ابتدائے زندگی میں نوکری چھوڑ کر پڑھنے کے لئے شاہ جی کی خدمت میں

آ گئے۔ اب پچیس سال گذر گئے احباب نے بڑی کوشش کی کہ عزیز الرحمٰن بھائی کے سرشتۂ اعمال سے شاہ جی اپنا تعلق منقطع کر لیں لیکن شاہ جی کا کہنا یہ ہے جو جڑ جائے اسے کاٹا نہیں جا سکتا، جو قریب آ جائے اسے دور نہیں کیا جا سکتا، نفع نقصان اللہ کی طرف سے ہے۔ فقیر کی جلد موٹی ہوتی ہے وہ دوستوں کی ہر مہربانی کا بوجھ سہار لیتی ہے۔ دوسروں کے لئے جل کر روشنیوں کا اہتمام کرنا شاہ جی کا مسلک حیات ہے۔

حافظ خراب ہونے کی وجہ سے شاہ جی کے گاؤں سے تھوڑا دور نکل آیا پھر اسی سکون بستی کی طرف رخشِ خیال باز کرتے ہیں۔ شاہ جی کے گاؤں میں زمہیریاں ایک خوبصورت جگہ کا نام ہے جیسے نام ہے ویسے ہی ٹھنڈی، شہر کے ہنگاموں سے دور اس جگہ کا ذکر شاہ جی نے سنابل نور میں بھی کیا ہے۔ مجھے شوق تھا کہ وہ پتھر کا مصلّی دیکھوں جس پر چالیس اولیاء نے نمازیں پڑھی ہیں۔ وہاں پہنچے تو شام ہو گئی۔ نماز ادھر ہی اللہ نے نصیب فرمائی۔ نماز کے بعد شاہ جی نے درس حدیث دیا۔ آدمی تو خیر پانچ سات ہی تھے لیکن فضا میں نغمگی روحوں میں اطمینان پیدا کر رہی تھی شاہ جی نے درس حدیث دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

''علم کی مثال موسلا دھار بارش کی سی ہے جو زمین پر برستی ہے صاف زمین تو پانی کو پی لیتی ہے اور خوب سبزہ اور گھاس اگاتی ہے اور جو زمین سخت ہوتی ہے وہ پانی کو روک لیتی ہے اور لوگوں کو میرا اللہ اس پانی سے فائدہ پہنچاتا ہے لوگ خود پیتے ہیں جانوروں کو پلاتے ہیں کھیتی باڑی کرتے ہیں اور بارش کا کچھ حصہ چٹیل حصے کو بھی پہنچتا ہے وہ نہ تو پانی کو ذخیرہ کرتا ہے اور نہ سبزہ اگاتا ہے۔''

شاہ جی نے فرمایا:

ذہنوں، دلوں اور دماغوں کی بھی حالت تین ہی طرح کی ہے۔ اچھے دل وہ ہیں جو علم، صدق، فیض نسبت اور معرفت وایقان کو محفوظ کر کے دوسروں کو فائدہ پہنچانے کی کوشش کرتے ہیں۔ انہیں فیض ربوبیت اتنا سیراب کر دیتا ہے کہ ان کے وجود میں رحمتوں کے دریا موجزن ہو جاتے ہیں۔ زمین کی آبادی اور کائنات کی بقا ایسے ہی زندہ دل لوگوں کی مرہون منت ہوتی ہے ________''

درس کے بعد دعا ہوئی اور ساتھ ہی رات بھی گہری ہو گئی۔ اتنی تاریکی میں نے پہلے کبھی نہ دیکھی تھی۔ واپس گاؤں کی طرف آئے تو ''چھر کڑاں دا کنگ'' ایک جگہ ہے، رات کے سناٹے میں درختوں کے پتوں سے جیسے چاندنی پھوٹ رہی ہو، چاند کی روپہلی کرنیں شاہ جی کی حنا رنگ ڈاڑھی سے ہم آغوش ہوتے بھلی لگیں۔ شاہ جی نے رضوان انجم سے کہا کسی اچھے شاعر کا کلام سناؤ۔ رضوان بھائی نے تو یاد نہیں کس کا کلام سنایا البتہ محفل کے ایک ساتھی نے شاید وہ سید مخدوم حسین شاہ تھے اقبال کا کلام پڑھا۔ سب دوستوں کی آنکھیں بھیگ گئیں کلام یہ تھا:

چمک تارے سے مانگی، چاند سے داغِ جگر مانگا
اڑائی تیرگی تھوڑی سی شب کی زلفِ برہم سے
تڑپ بجلی سے مانگی، حور سے پاکیزگی پائی
حرارت لی نفسہائے مسیح ابن مریم سے
ذرا سی پھر ربوبیت سے شانِ بے نیازی لی
فلک سے عاجزی، افتادگی تقدیرِ شبنم سے
پھر ان اجزا کو گھولا چشمۂ حیواں کے پانی میں
مرکب نے محبت نام پایا عرشِ اعظم سے

گھر پہنچے تو شاہ جی کے عم بزرگ سید عبدالسبحان شاہ صاحب نے پر تکلف کھانے کا بندوبست کیا ہوا تھا۔ کھانے سے فارغ ہو کر عشاء پڑھی اور حسب روایت شاہ جی نے چچا جی محترم سے واپسی کی اجازت چاہی۔

دوران سفر اچانک آپ نے رکنے کا امر فرمایا۔ یہ ایسا مقام تھا جہاں تربیلا جھیل بیضوی شکل اختیار کر لیتی ہے۔ پہاڑوں کے سنگم اور جھیل کے کنارے ایک گاؤں جو کھنڈر بن چکا تھا شاہ جی اسے دیکھ کر رونے لگ گئے۔ چندر ماہ کے جلووں میں شاہ جی نے ایک کرب ناک کہانی سنائی فرمایا:

''اس گاؤں کا نام کھچی ہے۔ دور ایوبی میں ایک مرتبہ ملک قحط سالی کا شکار ہو گیا اور لوگوں کو گندم ڈپو کے بغیر نہ ملتی تھی۔ میرے والد گرامی چونکہ عوام کے منتخب نمائندہ تھے اس لئے کھچی گندم کا ڈپو ان کے زیر انصرام آ گیا۔ یہاں قیام کے زمانے میں اس ویران حال گاؤں کے بالائی محلہ میں والد گرامی جمعہ کی نماز پڑھاتے اس ذوجہتی مصروفیت کی وجہ سے ہم بھی کھچی منتقل ہو گئے اور میں نے نرسری اور پہلی جماعت اس گاؤں میں پڑھی۔ یہاں بہنے والے دریا کا نام سرن ہے اور گاؤں کے سامنے مراد پور اور کھچی کے درمیان اس

کی دوشاخیں ہو جاتی تھیں۔ایک بڑی اور دوسری قدرے چھوٹی۔دونوں کے درمیان ایک یا دو پن چکیاں تھیں ایک دن میں دوستوں کے ساتھ نہانے کے لئے دریا کی بڑی شاخ کی طرف نکلا اور سیلاب آ گیا۔پانی اتنا چڑھا کہ دریا کی دونوں شاخیں مل گئیں اور پن چکیاں جب ڈولنے لگیں تو میں اور حیدر نامی ایک آدمی توت کے بڑے درخت پر چڑھ گئے۔حیدر نے مجھے اپنی چادر کے ساتھ درخت کی شاخوں کے ساتھ باندھ دیا کہ رات پڑگئی ہے اور سید زادہ نیند کے جھونکے سے پانی میں گر نہ جائے۔پانی کا ریلہ جب حیدر کے پاؤں کو چھونے لگا اور اس نے کرب ناک انداز میں کلمہ طیبہ کا ورد شروع کر دیا اور کہا شاہ جی اپنے اجداد کا صدقہ اللہ کی پناہ مانگیں۔ایک رات کا سماں،گھنگھور گھٹائیں،دریا کا شور،طوفانی سیلاب اور تنہائی اور پھر ایک درخت پر شب بیداری،جبکہ درخت کے ٹوٹنے کا اندیشہ بھی موجود تھا۔اللہ کی ذات پر یقین اسی دن دل میں حقیقت بن کر رہنے لگ گیا تھا۔پانی کا زور تھا اور آہستہ آہستہ دریا اپنی اصلی حالت میں آ گیا لیکن ہم نیچے اترتے ہی بے ہوش ہو گئے۔حیدر کا کہنا یہ تھا کہ صبح بڑے شاہ جی تلاش کرتے کرتے جب ہماری پن چکی پر پہنچے تو ہمیں دیکھ کر خدا کا شکر ادا کیا۔یقین کسی کو نہیں آتا تھا کہ ہم بچ گئے ہوں گے۔یہی واقعہ کچھی سے کوشالی منتقلی کا سبب بنا۔ایک دوسری وجہ وہ خوف بھی تھا کہ ہمارے ماسٹر جناب عبدالباقی صاحب سبق یاد نہ کرنے والے بچوں کو ایک صندوق میں بند کر دیتے تھے۔میری والدہ ماجدہ کا کہنا یہ تھا جس نظام تعلیم میں بچے میں مقصدیت،خود اعتمادی اور عزتِ نفس نہ پیدا کی جاتی ہو وہ قیادت ساز نظام تعلیم نہیں ہوتا۔''

شاہ جی دوبارہ گاڑی میں بیٹھ گئے اور تیزی کے ساتھ یہ قافلہ ہری پور کی طرف بڑھا لیکن اس مرتبہ پنڈی تک ہم سب نے خاموشی کے ساتھ سفر کیا،ہاں کبھی کبھار شاہ جی ذکر کرتے ہوئے اسم اللہ زور سے ادا فرماتے تو دھمک سے سکوت شب اور سکوت سفر دونوں درک جاتے۔

سچی بات یہ ہے کہ شاہ جی کی نقشبندیت ہی سے شاہ نقشبنداں کا مسلک سمجھ آیا۔

اقبال نے کیا خوب کہا تھا:

سمجھا لہو کی بوند اگر تو اسے تو خیر
دل آدمی کا ہے فقط اک جذبۂ بلند
گردش ماہ و ستارہ کی ہے ناگوار اسے
دل آپ اپنے شام و سحر کا ہے نقشبند
جس خاک کے خمیر میں ہے آتشِ چنار
ممکن نہیں کہ سرد ہو وہ خاک ارجمند

✿✿✿

ترغیب الجماعۃ

علامہ حافظ محمد عبدالاحد کا نام پرانے دور کے علماء میں معروف ہے۔ آپ نے نماز باجماعت کی فضیلت اور اس کی اہمیت پر نہایت مدلل اور بیش قیمت مضمون تحریر کیا ہے۔ مضمون کی اہمیت کے پیشِ نظر اسے افادہ عام کیلئے ''دلیلِ راہ'' میں شائع کیا جارہا ہے۔

حافظ محمد عبدالاحد

باب اول

بیچ احادیثوں فضیلت جماعت کے اور بُرائی ترک اس کی کے

قال رسول اللہ ﷺ الجماعة تفضل صلوٰة الفذ بسبع و عشرین درجة متفق علیه

یعنی فرمایا رسول خدا ﷺ نے نماز جماعت کی زیادہ ہوتی ہے ثواب میں اکیلے کی نماز سے ستائیس درجے، نقل کی یہ بخاری و مسلم نے اور فرمایا رسول خدا ﷺ نے والذی نفسی بیدہٖ لقد هممت ان امر بحطب فیحطب ثم امر بالصلوٰة فیوذن لها ثم امر رجلا فیؤم الناس ثم اخالف الیٰ رجال و فی روایة لا یشهدون الصلوٰة فاحرق علیهم بیوتهم والذی نفسی بیدہٖ لو یعلم احدهم انه یجد عرقا سمینا او مرماتین حسنتین لشهد العشآء (رواہ البخاری والمسلم)

یعنی قسم ہے اس ذات کی کہ جان میری اس کے ہاتھ میں ہے البتہ قصد کیا میں نے یہ کہ حکم کروں میں یعنی کسی خادم کو واسطے جمع کرنے لکڑیوں کے پس جمع کی جاویں لکڑیاں پھر حکم کروں میں اذان کہنے کا نماز کے لئے یعنی نماز عشاء کے لئے پس اذان دی جاوے اس کے لئے پھر حکم کروں میں ایک شخص کو پس امامت کرے لوگوں کی پھر جاؤں میں ان لوگوں کی طرف کہ حاضر نہیں ہوتے ہیں نماز کے لئے یعنی بغیر عذر کے تا پکڑوں ان کو اچانک اور ایک روایت میں ہے کہ جاؤں میں ان کی طرف کہ حاضر نہیں ہوتے نماز میں پس جلادوں میں ان پر گھر ان کے اور قسم ہے اس ذات کی کہ جان میری اس کے ہاتھ میں ہے اگر جانے ایک ان کا یعنی جو کہ نہیں حاضر ہوتے جماعت میں یہ کہ پاوے یعنی مسجد میں ہڈی گوشت کی فربہ بلکہ وہ کھر گائے یا بکری کے اچھے تو البتہ حاضر ہو نماز عشاء میں روایت کی یہ بخاری اور مسلم نے مانند اس کے۔

ف اس میں مبالغہ ہے ان لوگوں کے عذاب دینے کے اہتمام میں جو جماعت میں نہیں حاضر ہوتے کہ حضرت ﷺ نے بذات مبارک ارادہ فرمایا کہ امامت ترک کروں اور ان کو عذاب دوں اور اخیر حدیث میں بیان ان کی کم ہمتی کا کیا کہ ایسے امر خسیس دنیاوی میں حاضر ہوتے ہیں اور واسطے ثواب آخرت اور حاصل کرنے قرب حق کے نہیں آتے۔ یہ مضمون ملا علی قاری اور شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہما نے لکھا ہے اور آیا نبی ﷺ کے پاس ایک اندھا یعنی عبداللہ بن مکتوم صحابی ؓ اور کہا اس نے اے رسول خدا کے بلاشبہ نہیں ہے میرے لئے کوئی کھینچنے والا کہ کھینچ کر لیجاوے مجھ کو طرف مسجد کے پس پوچھا اس نے رسول خدا ﷺ سے یہ کہ رخصت دیں اس کو پس نماز پڑھے اپنے گھر میں پس رخصت دی حضرت ﷺ نے اس کو پھر جبکہ پیٹھ پھیر کر چلا وہ تو بلایا اس کو حضرت نے اور فرمایا کہ سنتا ہے تو اذان نماز کی کہا اس نے ہاں فرمایا کہ پس حاضر ہو نماز میں روایت کی یہ حدیث مسلم نے۔ف حدیث صحیح میں آیا ہے کہ جب عتبان بن مالک ؓ نے شکوہ کیا اپنی بینائی کا تو حضرت ﷺ نے رخصت دی کہ نماز اپنے گھر میں پڑھ لیا کرے اس سے معلوم ہوا کہ اندھے کو اجازت ہے ترک جماعت کی اور ابن مکتوم کو اجازت نہ دی اس لئے کہ وہ فضلائے مہاجرین سے تھے لائق تر ان کے حال کے یہی تھا کہ عمل اولیٰ پر کریں پس پہلے اجازت دی پھر رد کی بسبب وحی آنے کے یا بسبب متغیر ہونے اجتہاد کے اور اس میں کمال تاکید ہے واسطے حاضر ہونے کے مسجد میں سننے اذان کے ساتھ یہ ملا علی قاری نے لکھا ہے اور کہا ابی ؓ بن کعب نے کہ نماز پڑھائی ہم کو رسول اللہ ﷺ نے ایک دن صبح کی پس جب سلام پھیرا فرمایا کیا حاضر ہے فلاں یعنی نام لیا اس کا عرض کیا صحابہ نے کہ نہیں فرمایا کہ کیا حاضر ہے فلاں یعنی اور کسی کا نام لیا عرض کیا صحابہ نے کہ نہیں فرمایا تحقیق یہ دونوں نمازیں یعنی فجر اور عشاء کی بہت گراں ہوتی ہیں نمازوں میں منافقوں پر اور اگر جانتے تم کہ کیا کچھ ثواب ہے ان دونوں میں تو البتہ آتے تم ان دونوں نمازوں کو اگرچہ چلتے گھٹنوں پر یعنی افتاں وخیزاں اور بلاشبہ پہلی صف مانند صف فرشتوں کے ہے یعنی ثواب اور بزرگی میں اور قرب میں ساتھ اللہ کے اور اگر جانتے تم کہ کیا ثواب ہے اس کا تو البتہ جلدی کرتے تم اس میں پہنچنے کے لئے اور بلاشبہ نماز آدمی کی ساتھ ایک شخص کے ثواب زیادہ رکھتی ہے۔ اس کی نماز سے اکیلے اور نماز اس کی ساتھ دو شخصوں کے زیادہ ثواب رکھتی ہے اس کی نماز سے ساتھ ایک شخص کے اور جس قدر زیادہ ہوں پس وہ زیادہ تر محبوب ہے طرف اللہ کے روایت کی یہ ابوداؤد ونسائی نے اور فرمایا رسول خدا ﷺ نے ما من ثلثة فی قریة ولا بدو لا تقام فیهم الصلوة الا قد استحوذ علیهم الشیطان فعلیک بالجماعة فانما یاکل الذئب القاصیة رواہ احمد وابوداؤد والنسائی یعنی نہیں تین شخص بستی میں اور نہ بادیہ میں کہ جماعت نہ کی جاوے ان میں نماز کی مگر تحقیق غالب ہوتا ہے شیطان پس لازم کر اپنے پر جماعت پس سوائے اس کے نہیں کہ بھیڑیا کھاتا ہے اس بکری کو کہ دور ہو ریوڑ سے اور فرمایا رسول اللہ ﷺ نے من سمع المنادی فلم یمنعه من اتباعه عذر قالوا وما العذر قال خوف او مرض لم تقبل منه الصلوة التی صلے رواہ ابوداؤد والدارقطنی یعنی جو کوئی سنے اذان موذن کی پس نہ باز رکھے اس کو موذن کی تابعداری سے کوئی عذر کہا صحابہ نے اور کیا ہے عذر کہا ڈرنا یعنی دشمن سے یا بیماری نہیں قبول کی جاتی اس سے نماز جو کہ بغیر جماعت کے پڑھے یعنی اگرچہ مسجد میں پڑھے روایت کی یہ حدیث ابوداؤد و دارقطنی نے اور کہا ابن مسعود ؓ نے کہ بلاشبہ دیکھا میں

WWW.NAFSEISLAM.COM

نے اپنے تیئں اور صحابہ کو اس حالت میں کہ نہیں پیچھے رہتا تھا نماز با جماعت سے مگر منافق کہ معلوم وظاہر تھا نفاق اس کا یعنی جو کہ نفاق پوشیدہ رکھتا تھا وہ بھی نہیں باز رہتا تھا جماعت سے یا بیمار یعنی جو کہ اصلاً طاقت مسجد میں آنے کی نہ رکھتا تھا وہ بھی باز نہ رہتا تحقیق تھا بیمار کہ البتہ چلتا درمیان دو شخصوں کے یہاں تک کہ آتا نماز میں اور کہا ابن مسعود ؓ نے کہ تحقیق پیغمبر خدا ﷺ نے سکھائے ہم کو طریقے ہدایت کے اور تحقیق طریقوں ہدایت سے ہے نماز پڑھنی یعنی جماعت سے اس مسجد میں کہ اذان دی جاتی ہو اس میں اور ایک روایت میں یوں ہے کہ کہا ابن مسعود ؓ نے جس شخص کو خوش آوے یہ کہ ملاقات کرے اللہ تعالیٰ سے کل کو پورا مسلمان پس چاہیئے کہ محافظت کرے ان پانچوں نمازوں پر اس جگہ کہ اذان دی جاوے ان کے لئے یعنی جماعت سے ادا کرے مسجد میں پس تحقیق اللہ تعالیٰ نے مقرر کیے تمہارے نبی کے واسطے طریقے ہدایت کے اور بلاشبہ یہ نمازیں پانچوں جماعت سے پڑھنی طریقوں ہدایت سے ہے اور اگر تحقیق تم نماز پڑھو اپنے گھروں میں یعنی اگر چہ جماعت سے پڑھو جیسا کہ نماز پڑھتا ہے یہ پیچھے رہنے والا اپنے گھر میں تو البتہ چھوڑ و گے تم سنت اپنے نبی کی تو البتہ گمراہ ہو گئے اور نہیں کوئی شخص کہ وضو کرے پس اچھا وضو کرے یعنی واجبات اور آداب اس کے بجالاوے پھر قصد کرے مسجد کی طرف ان مساجد میں سے مگر لکھتا ہے اللہ تعالیٰ واسطے اس کے بدلے ہر قدم کے کہ قدم رکھتا ہے ایک نیکی اور بلند کرتا ہے اس کا بسبب اس قدم کے ایک درجہ اور دور کرتا ہے اس سے بسبب اس کے ایک بُرائی اور البتہ تحقیق دیکھا میں نے اپنے تیئں اور صحابہ کو اس حالت میں کہ نہیں پیچھے رہتا تھا جماعت سے مگر منافق ایسا کہ معلوم تھا نفاق اس کا اور تحقیق تھا آدمی بیمار کہ لایا جاتا نماز میں اس حالت میں کہ تکیہ کرتا درمیان دو آدمیوں کے یعنی بسبب نہایت ضعف کے یہاں تک کہ کھڑا کیا جاتا صف میں روایت کی یہ مسلم نے ف طریقے ہدایت کے یعنی وہ طریقے کہ عمل کرنا اُن پر موجب ہدایت کا اور پہنچنے کا درگاہ قرب اور رضائے باری تعالیٰ میں ہو افعال حضرت کے دو طرح کے تھے ایک وہ کہ حضرت بطریق عبادت کے کرتے تھے اور ایک وہ کہ بطریق عادت کے کرتے جو بطریق عادت کے کرتے ان کو سنن زوائد کہتے ہیں اور جو بطریق عبادت کے کرتے تھے اس کو سنن ہدے کہتے ہیں پھر آگے سنن ہدے کی دو قسمیں ہیں سنن موکدہ اور سنن غیر موکدہ سنن موکدہ وہ ہیں کہ حضرت نے بطریق مواظبت کے کیں یا ان کے کرنے کی تاکید فرمائی اور غیر موکدہ وہ کہ جن پر مواظبت اور تاکید نہ کی اور یہاں سنن ہدے یعنی طریقے ہدایت سے سنن موکدہ مراد ہیں اور جو کہ جماعت کو واجب کہتے ہیں ان کی بھی یہ منافی نہیں اس لئے کہ واجب بھی سنن ہدی میں داخل ہے لغۃً اور روایت ہے آنحضرت ﷺ سے بطریق مرفوع کے کہ فرمایا ظلم پورا ظلم اور کفر و نفاق وہ ہے کہ سنا اللہ کے پکارنے والے کو یعنی موذن کو کہ پکارتا ہے طرف نماز کے پس نہ جواب دیا اس کو یعنی مسجد میں نہ آیا نماز کے لئے روایت کی یہ احمد اور طبرانی نے پس معلوم ہوا کہ یہ وعید آنحضرت ﷺ کا ہے اُوپر ترک کرنے جماعت کے مسجد میں اور یہ جو کہا کہ جیسا نماز پڑھتا ہے یہ پیچھے رہنے والا ظاہراً یہ ایک شخص تھا کہ جماعت میں نہیں حاضر ہوتا تھا اور فرمایا رسول خدا ﷺ نے لو لا ما في البيوت من النساءِ والذرية اقمت صلوٰة العشاءِ وامرت فتياني يحرقون ما في البيوت بالنار رواہ احمد یعنی اگر نہ ہوتیں گھر میں عورتیں اور اولاد، حکم کرتا میں نماز عشاء کے قائم کرنے کا اور حکم کرتا اپنے خادموں کو کہ جلا دیتے اس چیز کو کہ گھروں میں رہے آگ سے روایت کی یہ احمد نے اور فرمایا نبی ﷺ نے من سمع النداءَ فلم يجبه فلا صلوة له الا من عذر رواہ الدار قطنی یعنی جس نے سنی اذان پس نہ جواب دیا اس کو پس نہیں نماز واسطے اس کے یعنی کامل یا مقبول مگر عذر سے یعنی جو عذر کہ اُوپر مذکور ہوئے اگر ان کے سبب سے مسجد میں نہ آیا خیر کچھ مضائقہ نہیں روایت کی یہ دار قطنی نے اور روایت ہے اُم درداء سے کہ کہا آئے میرے پاس ابو درداء یعنی خاوند ان کے اور وہ غصے تھے پس کہا میں نے کس چیز نے غصہ دلایا تم کو کہا قسم اللہ کی نہیں جانتا میں امر محمد ﷺ کے سے کچھ مگر تحقیق وہ نماز پڑھتے تھے جماعت سے یعنی اور اب اس کو بھی ترک کرتے ہیں اور آیا ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب ؓ نہ پایا سلیمان بن ابی حثمہ کو نماز صبح میں اور تحقیق حضرت عمر ؓ گئے صبح کو بازار کی طرف اور مکان سلیمان کا درمیان مسجد اور بازار کے تھا پس گذرے عمر ؓ اوپر شفا کے کہ نام سلیمان کی ماں کا ہے پس عمر ؓ نے ان سے کہا کہ نہیں دیکھا میں نے سلیمان کو نماز صبح میں پس کہا سلیمان کی ماں نے کہ تحقیق سلیمان نے رات گذاری تھی نماز پڑھتے پس غلبہ کیا اس کی آنکھوں نے یعنی اس کی نیند نے پس کہا حضرت عمر ؓ نے البتہ حاضر ہونا میرا نماز صبح کو جماعت میں بہتر ہے طرف میرے قیام کرنے سے میری رات کو روایت کی یہ مالک نے۔

باب دوسرا

مسجد کی فضیلت اور ثواب میں جو وہاں کے جانے والے کے لئے حاصل ہوتا ہے:

جاننا چاہیئے کہ فضائل مسجد میں حدیثیں بہت آئی ہیں کچھ ان میں تو مشکوٰۃ میں مذکور ہیں انشاء اللہ تعالیٰ وہ آگے لکھی جائیں گی اور کچھ اور کتابوں میں ہیں چنانچہ ترجمہ بعض ان کا بھی لکھا جاتا ہے تاکہ مسلمان بزرگی اس کی معلوم کر کے عبادت کرنی اس میں غنیمت جانیں آیا ہے کہ

WWW.NAFSEISLAM.COM

ابوذرؓ نے اپنے بیٹے سے کہا اے بیٹے میرے! چاہئے کہ ہووے مسجد گھر تیرا اس لئے کہ تحقیق میں نے سنا ہے رسول خداﷺ سے کہ فرماتے مسجدیں گھر متقیوں کی ہیں پس جس کا مسجد گھر ہووے۔ ضامن ہوتا ہے اللہ تعالیٰ واسطے اس کے راحت ورحمت کا اور گزرنے کا پل صراط پر سے طرف جنت کے اور عبدالرحمٰن بن معقل سے روایت ہے کہ ہم حدیث کیے جاتے تھے کہ مسجد قلعہ محکم ہے شیطان سے بچنے کے لئے اور حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ مسجدیں گھر اللہ کے ہیں زمین میں اور حق ہے زیارت کئے گئے پر یہ اکرام کرتا ہے اپنی زیارت کرنے والے کا یعنی اللہ زیارت کیا گیا ہے اور جانے والا اس میں زیارت کرنے والا ہوتا ہے پس وہ اکرام کرتا ہے مسجد میں آنے والوں کا اور فرمایا آنحضرتﷺ نے کہ نہیں جگہ پکڑتا ہے آدمی مسجد میں واسطے نماز کے یا واسطے ذکر اللہ کے مگر کہ نظر کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی طرف مہربانی ورحمت سے جیسے کہ نظر مہربانی اور رحمت کی کرتے ہیں گھر والے غائب کے جبکہ آتا ہے اُن پر غائب ان کا۔ یہ ملا علی قاری اور شیخ عبدالحق رحمہما اللہ نے لکھا ہے اور حضرت شیخ نے لکھا ہے کہ مسجد کے جانے میں کئی طرح کی نیتیں ہوسکتی ہیں اور ہر نیت کا ثواب علیحدہ پاتا ہے مثلاً نیت کرے کہ وارد ہوا ہے کہ مسجد گھر اللہ تعالیٰ کا ہے اور جو کوئی مسجد میں آتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی زیارت کو آتا ہے اور وہ کریم ہے اور واجب ہے کریم پر کہ ضیافت کرتا ہے اپنی زیارت کرنے والوں کی پس میں بھی اُمیدوار اس کا ہوں پس اس نیت میں اس کا ثواب پاوے گا اور نیت کرے انتظار نماز میں ساتھ جماعت کے کہ حدیث میں آیا ہے جو کوئی انتظار کرتا ہے نماز کا گویا کہ نماز ہی میں ہوتا ہے پس اس نیت سے اس کا ثواب پاوے گا اور نیت کرے کہ کان اور آنکھ اور تمام اعضا کہ کوچہ وبازار میں گناہوں میں گرفتار ہوتے تھے یہاں محفوظ ہیں اس سے اور نیت اعتکاف کی کرلے کہ علماء نے کہا جب مسجد میں آوے نیت اعتکاف کی کرلیا کرے جن کے نزدیک کم سے کم مدت اعتکاف کی ایک ساعت ہے ان کے نزدیک اعتکاف ہوجائے گا اور ثواب اس کا پاوے گا یہ عجب آسان عبادت ہے اور اکثر لوگ اس سے غافل ہیں اور نیت کرے کہ صلوٰۃ وسلام بھیجنا حضرت پر اور دعائیں کہ حدیث شریف میں آئی ہیں وقت آنے اور نکلنے کے مسجد سے ان کا پڑھنا نصیب ہوگا کہ ثواب وفضیلت بیشمار رکھتی ہیں اور نیت کرے کہ مسجد میں تنہائی اللہ کے ذکر اور تلاوت قرآن اور سننے قرآن یا وعظ نصیحت کے لئے میسر ہوتی ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو کوئی صبح کو مسجد میں ذکر وعظ کے لئے جاوے مانند مجاہد فی سبیل اللہ کے ہوتا ہے اور جو ایک قوم بیچ ایک گھر کے گھروں خدا سے بیٹھے اور تلاوت قرآن اور آپس میں پڑھنا اور پڑھانا اس کا کرے تو گھیر لیتے ہیں اس کو ملائکہ اور ڈھانک لیتی ہو اس کو رحمت اور نیت کرے کہ وضو کر کے مسجد میں نماز کے لئے جانے سے ثواب حج اور عمرے کا حاصل ہوتا ہے اور نیت کرے کہ فائدہ دنیا اور فائدہ لینا ساتھ علم کے اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر مسجد میں میسر ہوتے ہیں بسبب جمع ہونے لوگوں کی اور نیت کرے مسلمان بھائیوں کی ملاقات کی اور ان پر سلام علیک کرنے کی اور نیت کرے کہ تفکر اور مراقبہ کی امور آخرت میں اور استغفار تقصیرات سے کہ بسبب خاطر جمع کے مسجد میں میسر ہے اور جا سے نہیں اور نیت کرے کہ حضور باطن وآرام دل اور اتصال ساتھ مشاہدہ حق کے اور استغراق بیچ شہود ذات کے عجیب مسجد میں نصیب ہوتا ہے پس یہ بارہ نیتیں ایک مسجد کے آنے میں ہوسکتی ہیں کہ ہر ایک کا ثواب علیحدہ پاویگا تمام ہوا کلام حضرت شیخ کاؓ۔ اب سنو حدیثیں مشکوٰۃ کی فرمایا رسولِ خداﷺ نے صلوة فی مسجد ی هذا خير من الف صلوة فيما سواه الا المسجد الحرام متفق عليه یعنی نماز میری مسجد میں کہ یہ ہے، یعنی مسجد نبوی میں بہتر ہے ہزار نمازوں سے بہ نسبت اور مسجدوں کے سوائے مسجد الحرام کے روایت کی یہ بخاری ومسلم نے اور فرمایا احب البلاد الی الله مساجد ها وابغض البلاد الی الله اسواقها (رواه مسلم) یعنی محبوب زیادہ مکانوں کے شہروں میں اللہ کی طرف مسجدیں ان کی ہیں اور بہت مبغوض مکانوں کے شہروں میں اللہ کی طرف بازاران کے اور فرمایا من بنى لله مسجداً بنى الله له بيتاً فى الجنة یعنے جو شخص کہ بنادے واسطے خدا کے مسجد بناتا ہے اللہ واسطے اس کے گھر بہشت میں اور فرمایا جو شخص جائے اول روز میں طرف مسجد کے یا آخر روز میں تیار کرتا ہے اللہ تعالیٰ واسطے اس کے مہمانی اس کی بہشت میں سے جب جاوے اول روز کو یا آخر روز کو روایت کی یہ بخاری ومسلم نے اور فرمایا اعظم الناس اجراً فی الصلوة ابعدهم فابعدهم ممشى والذى ينتظر الصلوة حتے يصليها مع الامام اعظم اجرا من الذى يصليى یعنے بڑا لوگوں میں سے از روئے ثواب کے نماز میں دوران کا ہے پھر دوران کا چلنے میں یعنی جتنا گھر دور ہوگا مسجد سے اتنا ہی ثواب زیادہ پائے گا اور وہ شخص کہ منتظر ہو نماز کا یہاں تک کہ نماز پڑھے ساتھ امام کے بڑا ہے از روئے ثواب کے اس شخص سے کہ نماز پڑھے پھر سور ہے روایت کی یہ بخاری ومسلم نے اور کہا جابر نے کہ خالی ہوئے گھر گرد مسجد کے پس ارادہ کیا بنوسلمہ نے یہ کہ اٹھ آویں نزدیک مسجد کے پس پہنچی خبر نبیﷺ کو پس فرمایا ان کو حضرت نے پہنچا ہے مجھ کو یہ کہ تم ارادہ رکھتے ہو کہ نقل مکان کرو یعنی اُٹھ آؤ نزدیک مسجد کے انھوں نے کہا ہاں اے رسول خدا کے بلاشبہ یہ ارادہ کیا ہم نے پس فرمایا اے بنی سلمہ ٹھہرے رہو اپنے گھروں میں لکھے جائیں گے تمہارے قدم کے نشان ٹھہرے رہو اپنے گھروں میں لکھے جائیں گے تمہارے قدم کے نشان نقل کی یہ مسلم نے اور فرمایا رسولِ خداﷺ نے

WWW.NAFSEISLAM.COM

سات شخص ہیں کہ سایہ میں رکھے گا ان کو اللہ تعالیٰ بیچ سایہ اپنے کے اس دن کہ نہیں ہوگا سایہ مگر سایہ اس کا ایک سردار عادل اور دوسرا جوان کہ جوانی خرچ کرے اللہ کی بندگی میں اور تیسرا وہ شخص کہ دل اس کا لگا ہوا ہے مسجد میں جس وقت کہ نکلتا ہے اس سے یہاں تک کہ پھر جائے اس کی طرف اور چوتھے وہ شخص کہ محبت رکھتے ہیں آپس میں واسطے اللہ کے اکٹھے ہوتے ہیں اسی کی محبت میں اور جدا ہوتے ہیں اسی کی محبت میں یعنی حاضر وغائب۔ خالصتاً للہ محبت رکھتے ہیں اور پانچواں وہ شخص کہ یاد کرتا ہے اللہ کو تنہا پس بہتی ہیں آنکھیں اس کی اور چھٹا وہ شخص ہے کہ بلایا اس کو ایک عورت نے کہ صاحب حسب وجمال کی ہو یعنی بارادۂ بد بلایا پس کہا اس نے تحقیق میں ڈرتا ہوں اللہ سے اور ساتواں وہ شخص کہ دیا کچھ للہ پس چھپایا اس کو یہاں تک کہ نہ جانا بائیں ہاتھ اس کے نے کہ کیا خرچ کیا داہنے ہاتھ اس کے نے روایت کی یہ بخاری ومسلم نے اور فرمایا نماز آدمی کی جماعت میں پچیس درجے زیادہ ہوتی ہے اس کی نماز سے کہ گھر میں پڑھے اور بازار میں یعنی دکان وغیرہ میں کہ جہاں تجارت کے لئے بیٹھتا ہے اور یہ اس واسطے کہ جس وقت وضو کیا پس اچھا وضو کیا یعنی ساتھ رعایت شرائط اور آداب کے پھر نکلا طرف مسجد کے نہ نکالا اس کو مگر نماز نے یعنی خاص نماز ہی کے لئے نکلا کچھ اور غرض نہیں رکھتا کوئی قدم مگر بلند کیا جاتا ہے واسطے اس کے بسبب اس قدم کے درجہ ثواب میں اور دور کیا جاتا ہے اس سے بسبب اس کے گناہ پس جس وقت کہ نماز پڑھتا ہے ہمیشہ رہتے ہیں فرشتے دعا کرتے اور اس کے لئے جب تک کہ نماز کی جگہ میں ہے یا الٰہی بخشش کر اس پر یا الٰہی رحم کر اس پر اور ہمیشہ رہتا ہے ایک تمہارا نماز میں جب تک کہ منتظر ہے نماز کا اور ایک روایت ہے کہ فرمایا جس وقت کہ داخل ہوتا ہے مسجد میں اس حالت میں کہ نماز ہوتی ہے روکنے والی اس کو اور زیادہ کیا بیچ دعا، فرشتوں کے یا الٰہی قبول کر توبہ اس کی جب تک کہ نہ ایذا دے اس میں یعنی کہ مسلمان کو زبان یا ہاتھ سے جب تک نہ وضو ٹوٹے اس میں یہ روایت کی بخاری ومسلم نے اور فرمایا جس وقت کہ داخل ہوا ایک تمہارا مسجد میں پس چاہیے کہ کہے اللھم افتح لی ابواب رحمتک اور جب نکلے کہے اللھم انی اسئلک من فضلک اور فرمایا جس وقت کہ داخل ہوا ایک تمہارا مسجد میں پس چاہئے کہ پڑھے دو رکعتیں پہلے بیٹھنے سے نقل کی یہ بخاری ومسلم نے اور نبی ﷺ نہ آتے سفر سے مگر دن کو چاشت کے وقت پس جس وقت کہ تشریف لاتے پہلے جاتے مسجد میں پس نماز پڑھتے اس میں دو رکعتیں پھر بیٹھتے اس میں نقل کی یہ بخاری ومسلم نے اور فرمایا رسول خدا ﷺ نے روبرو لائے گئے میرے عمل میری اُمت کے نیک اور بد پس پائی میں نے بیچ نیک عملوں اس کے موذی چیز کہ دور کی جائے راہ سے اور پایا میں نے بیچ بُرے عملوں اس کے تھوک کہ ہووے مسجد میں کہ نہ دفن کیا جائے روایت کی یہ مسلم نے اور کہا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہ حکم فرمایا رسول خدا ﷺ نے واسطے بنانے مسجدوں کے محلوں میں اور یہ کہ پاک کی جائیں مسجدیں اور خوشبودار کی جائیں روایت کی یہ ابوداؤد اور ترمذی اور ابن ماجہ نے اور فرمایا رسول خدا ﷺ نے روبرو کیے گئے میرے ثواب میری اُمت کے یہاں تک کہ ثواب کوڑے اور خاک کا کہ نکالے اس کو آدمی مسجد سے اور روبرو کئے گئے میرے گناہ میری اُمت کے پس نہیں دیکھا میں نے کوئی گناہ بہت بڑا سورت قرآن سے یا آیت کہ دیا گیا اس کو ایک شخص پھر بھلا دیا اس کو روایت کی یہ ترمذی اور ابوداؤد نے اور فرمایا رسول خدا ﷺ نے بشر المشائین فی الظلم الی المساجد بالنور التام یوم القیمة یعنی خوشخبری دے چلنے والوں کو بیچ اندھیروں کے مسجدوں کی طرف ساتھ پورے نور کے دن قیامت کے روایت کی یہ ترمذی اور ابوداؤد نے اور فرمایا رسول خدا ﷺ نے اذا رایتم الرجل یتعاهد المسجد فاشهدوا له بالایمان فان الله یقول انما یعمر مساجد الله من امن بالله والیوم الاخر یعنی جب دیکھو تم ایک شخص کو کہ خبر گیری کرتا ہے مسجد کی پس گواہی دو واسطے اس کے ایمان کی اس لئے کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ نہیں آباد کرتا اللہ کی مسجدوں کو مگر وہ شخص کہ ایمان لایا اللہ پر اور پچھلے دن پر روایت کی یہ ترمذی اور ابن ماجہ اور دارمی نے اور کہا عثمان بن مظعون ﷺ نے اے رسول خدا کے اذن دو میرے لیے خوجہ ہونے کا یعنی تا خطرہ زنا سے بچوں پس فرمایا رسول خدا ﷺ نے نہیں ہم میں سے یعنی طریقے ہمارے پر جو شخص کہ خوجہ کرے کسی کو یا خوجہ کرے اپنے تئیں بلاشبہ خوجہ ہونا اُمت میری کا روزہ رکھنا ہے یعنی اس سے شہوت جاتی رہتی ہے پھر عرض کیا عثمان نے اذن دو میرے لئے سیاحت کے لئے یعنی سیر کرنے کے لئے زمین میں فرمایا سیاحت اُمت میری کی جہاد کرنا ہے اللہ کی راہ میں پھر عرض کیا کہ حکم دیجئے مجھ کو ترہب کے لئے پس فرمایا حضرت نے تحقیق رہبانیت میری اُمت کی بیٹھنا ہے مسجدوں میں واسطے انتظار نماز کے روایت کی یہ شرح السنہ میں اور فرمایا رسول خدا ﷺ نے دیکھا میں نے پروردگار اپنے کو بیچ بہترین صورت کے پس فرمایا اللہ تعالیٰ نے کہ کس چیز میں گفتگو کرتے ہیں فرشتے مقربین کہا میں نے کہ تو خوب جانتا ہے کہ وہ کون سے عمل ہیں فرمایا پیغمبر خدا نے کہ پس رکھا اللہ تعالیٰ نے ہاتھ اپنا درمیان مونڈھوں میرے کے پس پائی میں نے سردی اس کی درمیان سینے اپنے کے پس جان لی میں نے وہ چیز کہ تھی بیچ آسمانوں اور زمین کے اور پڑھی حضرت نے یہ آیت وکذلک نری ابراهیم آخر آیت تک یعنی اور اسی طرح سے دکھلایا ہم نے ابراہیم کو تصرف آسمانوں اور زمین کا اور تا کہ ہووے یقین کرنے والوں میں سے روایت کی یہ دارمی نے مرسل اور ترمذی نے مانند اسی حدیث

WWW.NAFSEISLAM.COM

کے ساتھ اختلاف بعض لفظوں کے عبدالرحمٰن اور ابن عباس اور معاذ بن جبل سے اور زیادہ کیا ترمذی نے اس میں یہ کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے یعنی بعد دینے علم کے پھر سوال کیا کہ اے محمد ﷺ کیا جانتا ہے تو کہ بیچ کس چیز کے گفتگو کرتے ہیں فرشتے مقربین کہا میں نے کہ ہاں میں جانتا ہوں گفتگو کرتے ہیں کفارات میں یعنی ان اعمال میں کہ گناہ ان سے جھڑتے ہیں اور گناہ جھڑتے ہیں بیٹھے رہنے سے مسجدوں میں بعد نمازوں کے یعنی واسطے ذکر اور دعا کے یا واسطے انتظار نماز دوسری کے اور جھڑتے ہیں گناہ پیادہ پا چلنے سے طرف جماعتوں کی اور پورا پہنچانے پانی وضو سے یعنی اعضائے وضو پر اوقات ناخوش میں یعنی حالت بیماری یا سردی میں اور جس نے کیا یہ زندہ رہے گا ساتھ بھلائی کے اور مرے گا ساتھ بھلائی کے اور ہوگا پاک اپنے گناہوں سے مانند اس دن کہ جنا اس کو اس کی ماں نے اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے اے محمد ﷺ جس وقت نماز پڑھ چکے تو پس کہہ اللھم انی اسئلک فعل الخیرات وترک المنکرات وحب المساکین فاذا اردت بعبادک فتنة فاقبضنی الیک غیر مفتون فرمایا اللہ تعالیٰ نے یعنی واسطے زیادتی تعلیم پیغمبر اپنے کے بعد اس کے کہ بیان کیے انہوں نے کفارات یا کہا حضرت ﷺ نے واسطے زیادتی بیان کے اُمت کو بسبب حاصل ہونے علم کے جانب حق تعالیٰ سے اور درجات یعنی وہ عمل کہ جن سے مرتبہ بندے کا درگاہ حق میں بلند ہوتا ہے یہ ہیں پھیلانا سلام کا یعنی ہر مسلمان سے سلام علیک کرنی آشنا ہو یا غیر آشنا اور کھلانا کھانے کا اور نماز پڑھنی رات کو اس وقت کہ لوگ سوتے ہوں ف اگر یہ دیکھنا اللہ تعالیٰ کا خواب میں تھا جیسا کہ ایک روایت میں آیا ہے تو کچھ اشکال نہیں کیونکہ آدمی خواب میں کبھی غیر شکل دار کو شکل دار دیکھتا ہے اور شکل دار کو غیر شکل دار اور اگر یہ دیکھنا بیداری میں تھا جیسا کہ اور روایت میں آیا ہے تو پس ضرور ہوگی اس میں تاویل کرنی پس مراد صورت سے صفت ہے کہ تجلی کی ساتھ صفت جمال اور لطف وکرم کے اور اطلاق صورت کا صفت پر اکثر آتا ہے جیسے کہ کہتے ہیں صورت حال کی ایسی ہے اور صورت مسئلے کی ایسی ہے اور اخیر حدیث میں اشارہ اس پر ہے کہ آدمی کو چاہیے کہ جمع کرے اپنے میں صفت تواضع اور بخشش اور عبادت کی

شرف مرد بجو دست و کرامت بسجود
ہر کہ ایں ہر دو ندارد عرش بہ زوجودح

اور فرمایا رسول خدا ﷺ نے تین شخص ہیں کہ سب کا ذمہ لیا ہے اللہ تعالیٰ نے یعنی واجب کیا ہے اپنے پر یہ کہ محفوظ رکھے گا ان کو دنیا اور آخرت کے ضرروں سے ایک وہ شخص کہ نکلا جہاد کے لئے اللہ کی راہ میں پس وہ ذمے پر ہے اللہ کے یہاں تک کہ وفات دے اس کو اللہ پس داخل کرے اس کو بہشت میں یا پھیرے اس کو ساتھ اس چیز کے کہ پہنچے اس کو ثواب یا غنیمت یعنی پہلی اور دوسری صورت میں سعادت دین کی حاصل ہوئی اور تیسری صورت میں سعادت دنیا کی غرض کہ ہر طرح فائدہ ہے یا فائدہ دین کا ہو یا دنیا کا اور دوسرا شخص وہ ہے کہ گیا طرف مسجد کے پس وہ ذمے پر ہے اللہ کے یعنی واجب ہے اس پر کہ کوشش اور ثواب اس کا ضائع نہیں کرنے کا اور تیسرا وہ شخص ہے کہ داخل ہوا اپنے گھر میں ساتھ سلام کے پس ذمے پر اللہ کے ہے روایت کی یہ ابوداؤد نے اور فرمایا جو شخص آوے اس میری مسجد میں نہ آوے مگر واسطے نیک کام کے کہ سیکھے اس کو یا سکھائے اس کو پس وہ ثواب میں مانند جہاد کرنے والے کے ہے خدا کی راہ میں اور جو شخص کہ آوے واسطے غیر کام نیک کے یعنی مانند لہو ولعب وغیرہ کے پس وہ مانند اس شخص کے ہے کہ دیکھتا ہے غیر کے اسباب کی طرف روایت کی یہ ابن ماجہ نے اور بیہقی نے شعب الایمان میں اس مسجد میری میں یعنی مسجد نبوی ﷺ میں کہ وہ عظیم الشان ہے اور مسجدیں تابع اور فرع اس کی ہیں اس حکم میں یعنی اور مسجدوں کا بھی یہی حکم ہے اور نہ آئے مگر واسطے نیک کام کے کہ سیکھے اس کو یا سکھلا دے اس کو سیکھنے اور سکھانے کو خاص ذکر کیا واسطے اظہار فضیلت ان کی کے والا نماز اور اعتکاف اور تلاوت اور ذکر بھی۔

❁ ❁ ❁

WWW.NAFSEISLAM.COM

عظمت رسول کانفرنس

یوم آزادی ۔۔۔ پیارا وطن

صاحبزادہ حسنات احمد مرتضےٰ

رفعت ذکر پیغمبر اسلام کا ایک وصف جمیل ہے اور اس صفت کو قرآن مجید نے بیان کیا ہے، بلندی ذکر کا عملی نمونہ کائنات کے چپے چپے سے ملاحظہ کیا جا سکتا ہے، مکان و لامکاں میں انکا ذکر ہوتا ہے، حقیقت تو یہی ہے کہ اللہ کا خاص فضل ہو تو انسان محبوب کریم ﷺ کے نام کی مالا جپتا رہتا ہے۔ اس کے لئے وقت، جگہ اور ملک کی کوئی قید نہیں۔ اسلامی ممالک میں جہاں محبوب کے نام کی محافل کا انعقاد ہوتا ہے وہیں دیار غیر میں بھی ایسے اہتمام انتہائی عقیدت و محبت سے کئے جاتے ہیں۔ گزشتہ دنوں جرمنی کے مشہور شہر اسٹٹ گارڈ میں پاکستان ویلفیئر سوسائٹی کے زیر اہتمام جامع مسجد مدینہ میں شیخ منیر احمد، ظفر اقبال نوری اور دیگر احباب کے تعاون سے علامہ محمد الیاس علوی کی زیر سرپرستی عظمت رسول کانفرنس کا انعقاد کیا گیا، راقم نے بھی شرکت کی، اس کانفرنس میں شرکت کے لئے جماعت اہلسنت پاکستان کراچی کے امیر علامہ شاہ تراب الحق قادری کو دعوت دی گئی آپ پاکستان سے تشریف لائے تو احباب نے کوبلنز، ہناور، ہمبرگ میں بھی پروگرام ترتیب دے دیئے، علامہ صاحب نے کلام رسول کے حوالے سے عظمت رسول کے خوبصورت عنوان پر خطاب کیا، انہوں نے کہا اللہ تعالی اپنا کلام دہن رسول سے ارشاد فرماتا ہے، آپ ﷺ کی لسان نور سے صادر ہونے والا کلام قرآن اور حدیث کی صورت میں ملاحظہ کیا جا سکتا ہے، امیر جماعت کراچی نے الیکٹرانک میڈیا پر بے دین پروفیسرز اور ڈاکٹر حضرات پر سخت تنقید کرتے ہوئے کہا کہ یہ بے چارے تفسیر بیان کر کے لوگوں کو گمراہی میں مبتلا کرتے ہیں اور ضعیف حدیث کی آڑ میں حدیث کی تحقیر کرتے ہیں، کلام رسول کے حوالے سے اس صحابی کا تذکرہ کیا جن کو کسی نے منع کیا تھا کہ نبی پاک ﷺ کی ہر بات نہ لکھا کرو۔ کیفیت مختلف ہوتی ہے اس لئے خاص اوقات میں لکھا کرو، انہوں نے اس بات کا ذکر حضور ﷺ سے کیا تو آپ نے فرمایا میں جس حالت میں بھی ہوں، جو بات بھی کروں لکھ لیا کرو، اس لئے کہ میری زبان سے حق کے سوا کچھ جاری نہیں ہوتا۔ انہوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا دو قیدیوں نے ان سے خواب کی تعبیر پوچھی تو آپ نے ایک کو ساقی اور دوسرے کو پھانسی کی تعبیر بتائی، تو وہ کہنے لگے کہ ہم نے تو خواب نہیں دیکھا پھر تعبیر کیسی؟ آپ نے فرمایا اب دیکھا ہے یا نہیں جو پیغمبر کی زبان سے جاری ہوا ہے وہ ہو کر رہے گا، جناب قادری صاحب نے حضرت عثمان بن طلحہ ﷺ کا ذکر کیا کہ انہوں نے ایک موقع پر نبی پاک کو کعبہ کی چابی دینے سے انکار کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ایک وقت آئے گا کہ چابی میرے پاس ہو گی اور پھر میں جسے چاہوں گا عطا کروں گا، پھر فتح مکہ کے موقع پر آپ نے چابی لے کر دوبارہ انہی کو دی جو کہ اب تک انہی کے خاندان کے پاس ہے۔ اسی طرح آپ نے ہجرت کے موقع پر سراقہ بن مالک کو کسری کے کنگن پہننے کی بشارت عطا فرمائی جس کی عملی تعبیر دور فاروق اعظم ﷺ میں ہوئی۔ کانفرنس کے اختتام پر آپ نے شرکاء کے سوالوں کے جوابات بھی ارشاد فرمائے۔

یوم آزادی۔۔۔۔۔۔۔۔پیارا وطن

14۔ اگست ہماری شان و شوکت، عزم و ہمت اور جوش و خروش کا تاریخ ساز دن ہے۔ اس دن کو ہم بھول سکتے ہیں اور نہ ہی فراموش کر سکتے ہیں۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ پہلے اس دن کو خوشی کے ساتھ منایا جاتا لیکن اب خوشی و غم کے ملے جلے جذبات کے ساتھ وطن سے عقیدتوں کا اظہار کیا جاتا ہے۔ خوشی اس بات کی کہ یہ وہ برکتوں والا دن ہے جس دن برصغیر کے مسلمانوں کو ایک پہچان نصیب ہوئی، اس دن ہمیں ایک قومی تشخص ملا، یہ وہ دن ہے جس میں غلامی سے نجات ملی، یہ وہ دن ہے جب علامہ اقبال کے خوابوں کو تعبیر نصیب ہوئی، یہ وہ دن ہے جس دن برصغیر کے مسلمانوں نے اپنے عظیم لیڈر قائداعظم محمد علی جناح کی قیادت میں عظیم قربانیاں پیش کر کے ایک آزاد اور خود مختار وطن اسلامی جمہوریہ پاکستان حاصل کیا، اور غم اس بات کا ہے کہ مفاد پرست حکمرانوں اور خود غرض سیاستدانوں کی نکمی پالیسیوں کے سبب ارض وطن اپنے معرض وجود میں آنے کے اصل مقاصد سے محروم ہے۔ آج نظام اسلام کی بجائے بدامنی، مہنگائی، بے انصافی، دہشت گردی، اور قتل و غارت گری کا بازار گرم ہے، لیکن یوم آزادی کے موقع پر تازہ امنگوں کے ساتھ ہم امید کرتے ہیں کہ ہم نے پاکستان کو پاکستان بنانا ہے۔

اہل وطن جہاں بھی ہوں اس دن کو انتہائی محبت سے مناتے ہیں، دنیا بھر میں جہاں جہاں پاکستان کی ایمبیسی یا قونصلیٹ ہے وہاں پرچم کشائی کی تقریب ہوتی ہے۔ مختلف سیاسی، مذہبی شخصیات اور فلاحی و سماجی تنظیمیں آزادی کے پروگرامز کا انعقاد کرتی ہیں۔ دیار غیر میں بسنے والے پاکستانی ان تقاریب میں روایتی جوش و خروش سے شرکت کرتے ہیں۔ ایسے پروگرام ایک دوسرے کے ساتھ ملاقات کا بھی وسیلہ ہوتے ہیں۔ راقم الحروف نے فرینکفرٹ میں پاکستانی قونصلیٹ میں پرچم کشائی کی تقریب میں تلاوت اور ملکی سلامتی اور استحکام کے لئے دعا کی سعادت حاصل کی، پرچم لہرانے کے ساتھ قومی ترانہ پڑھا گیا۔ صدر پاکستان اور وزیر اعظم کے پیغامات کمرشل کونسلر جونیجو اور قائم مقام قونصلر جنرل امجد نے پڑھ کر سنائے۔ یہاں یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ پاکستانی قونصلیٹ نے کچھ عرصہ سے عوام کی سہولت کے لئے مختلف شہروں میں ایک روزہ موبائل آفس قائم کرنے کا سلسلہ شروع کر رکھا ہے ۔ جس کی وجہ سے لوگوں کو دور دراز کا سفر کرنے کی زحمت سے بچایا

جا تا ہے، اسٹٹ گارڈ، میونخ، ایسن اور دیگر شہروں میں یہ ٹیمیں جا چکی ہیں۔ اس بار قونصلیٹ کے پروگرام میں مقامی میڈیا کو بھی مدعو کیا گیا۔ پاکستان کے حوالے سے ایک خوبصورت ڈاکومنٹری کا بھی اہتمام کیا گیا۔ جس میں پاکستان کے کلچر، صنعت وحرفت، تفریحی مقامات اور بہت کچھ دکھایا گیا۔

جشن آزادی کی شام ہمیشہ کی طرح پری پیڈ مارکیٹ کے ڈائریکٹر چوہدری لیاقت علی نے ایک تقریب کا اہتمام کیا۔ فرینکفرٹ کے مین ریلوے اسٹیشن کے سامنے ایک ریسٹورنٹ کے خوبصورت ہال میں آزادی کی یادوں کو تازہ کیا گیا۔ ہال کو پاکستان کے جھنڈوں اور جھنڈیوں سے سجایا گیا۔ شرکا کی آمد کے ساتھ ان کو پاکستانی پرچم کے بیج اپنے سینے پر لگانے کے لئے پیش کئے گئے۔ مختلف شہروں سے اداروں اور تنظیموں نے اپنی اپنی نمائندگی کرتے ہوئے اس پروگرام میں شرکت کی۔ قاری ناصر قیوم کی تلاوت سے پروگرام کا آغاز ہوا۔ طلبا و طالبات نے ملی نغمے، ترانے اور نعتیں سنا کر پاکستان سے محبت کا اظہار کیا۔ دلچسپ بات یہ کہ یہاں رہنے والے اکثر پاکستانی بچے اردو تو بول لیتے ہیں لیکن پڑھنا اور لکھنا نہیں جانتے، ایسے موقعوں پر رومن میں اپنی قومی زبان لکھ کر نعت، ترانہ اور تقریر میں حصہ لیتے ہیں۔ پاکستان ایسوسی ایشن کے صدر سید وجیہ الحسین، پاکستان ویلفیئر سوسائٹی کے صدر شیخ منیر احمد، چوہدری لیاقت علی، اور راقم نے خطاب کیا۔ عبدالعزیز نے اپنی تقابت سے ماحول میں جوش پیدا کیا۔ حاجی ارشد، مرزا اسد، مظفر شیخ، پاکستانی قونصلیٹ سے امجد، جونیجو، زیدی اور دیگر معززین نے مہمان خصوصی کی حیثیت سے شرکت کی۔

مقررین نے خطاب کرتے ہوئے پاکستان سے اپنی گہری وابستگی کا ثبوت فراہم کیا۔ اس میں بھی شک نہیں کہ آج پاکستان کو بے شمار مسائل کا سامنا ہے لیکن یوم آزادی پر اللہ تعالیٰ سے امید کرتے ہوئے اسی کی توفیق سے جدوجہد کرتے ہیں کہ ایک وقت ایسا آئے گا جب پاکستان میں شخصیات کی بجائے ریاستی ادارے آزاد ہوں گے، انصاف بلا امتیاز سب کو ملے گا، عوام کا معیار زندگی بلند ہوگا، قوم نسلی ولسانی، تعصب اور فرقہ واریت سے آزاد ہوگی، غربت کا خاتمہ ہوگا، عدلیہ آزاد ہوگی، فکر وعمل میں پختگی پیدا ہوگی، سادگی اور کفایت شعاری کا چرچا ہوگا، قوم میں ملی وقار، خودداری، اور دانشمندی کا سلیقہ پیدا ہوگا، علم کی قدریں عام ہوں گی، لائق مخلص قیادت ملے گی، مفاد پرست سیاستدانوں اور آمروں سے نجات ملے گی اور ہمارا وطن پاکستان حقیقی جمہوریت کی راہ پر گامزن ہو کر اسلام کا گہوارہ بن جائے گا۔

۞۞۞

ملک پاکستان اس وقت جن حالات سے دوچار ہے کوئی ذی شعور اس سے غافل نہیں۔ ہر شخص ملکی صورتحال سے پریشان دکھائی دے رہا ہے۔ آئے روز بڑھتی ہوئی مہنگائی، بجلی کی طویل اور بار بار لوڈ شیڈنگ، سیاسی طور پر عدم استحکام، انصاف کی عدم دستیابی اور آٹے کے بحران جیسے مسائل نے پاکستانی شہریوں کا جینا دوبھر کر دیا ہے۔

افسوس اور صد افسوس کہ جس مقصد کی خاطر یہ وطن معرض وجود میں آیا ہم اس مقصد کو حاصل نہ کر سکے۔ جس نظام کو اپنانے کے لئے یہ ملک صفحۂ ہستی پر بنایا گیا ہم نے اس نظام کو پیٹھ پیچھے دھکیل دیا۔ جس منزل کو حاصل کرنے کے لئے یہ خطۂ پاک تخلیق ہوا، ہم اس منزل کی راہوں سے کوسوں دور چلے گئے۔ افسوس کہ ہم نے جن لوگوں پر بھروسہ کیا انہوں نے ہی ہمارے حقوق غصب کئے۔ ہمیں جن پر امید تھی کہ یہ لوگ اختیار کی کنجیاں تھام کر آسائشوں کے دروازے کھولیں گے انہوں نے مصائب اور دشواریوں کی راہیں ہموار کر دیں۔ ہم نے جن لوگوں کو دن رات محنت کر کے اسمبلیوں میں بھیجا وہ لوگ اسمبلیوں کی نرم و گداز کرسیوں پر بیٹھتے ہی ہمیں بھول گئے۔ جن لوگوں نے ہمارے ساتھ نظام مصطفےٰ کے وعدے کئے وہی لوگ دین اور دینداروں کو دقیانوسی کہنے لگے۔ جو لوگ اپنی آنکھوں میں خاک حجاز و نجف رکھنے کا دعویٰ کرتے تھے وہ لوگ سفید چمڑی اور ڈالروں کی چمک سے چندھیا گئے۔ ہم اس جہاں میں نہتے ہو کر رہ گئے، ہم اقوام عالم کے درمیان اکیلے ہو کر رہ گئے، ہم اپنا مقام کھو بیٹھے شاید اس لئے کہ ہمارے افکار مغربی ہو گئے، ہماری سوچوں کا محور یورپ بن گیا، ہم ظاہری و باطنی طور پر نیم فرنگی ہو گئے۔ لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ کو بھول کر اپنا آئیڈیل یہود و نصاریٰ کو بنا بیٹھے۔ شاید اس بات کی سزا ہمیں ملکی حالات کی صورت میں مل رہی ہے۔ لیکن بقول اقبال:

نہیں ہے نا امید اقبال اپنی کشتِ ویراں سے
ذرا نم ہو تو یہ مٹی بڑی زرخیز ہے ساقی

مصیبت اور مشکلات کی ان گھڑیوں میں لوگوں کی ٹوٹی ہوئی امیدوں کو سہارا اور بکھرے ہوئے افکار کو سوئے حرم کرنے کے لئے جماعت اہلسنت پاکستان نے اپنی روایت کے مطابق ایک مرتبہ پھر عوام کی رہنمائی کے لئے 15 اگست کو ''پاکستان بچاؤ کانفرنس'' کا انعقاد کیا۔ جس میں مقررین نے سیر حاصل گفتگو کر کے ہمارے زخموں پر مرہم رکھا اور ریزہ ریزہ ہوتی امیدوں کو پھر سے نئی امنگ دیتے ہوئے پیغام دیا کہ اپنی ذات پر نظام مصطفےٰ کو نافذ کر لو تو پورے ملک میں خود بخود نبی آخر الزمان کا قانون نافذ ہو جائے گا۔

اس مقدس تقریب کی صدارت عالم باعمل پیر سید شمس الدین بخاری کر رہے تھے جبکہ مرکزی ناظم اعلیٰ مفسر قرآن مفکر اسلام پیر سید ریاض حسین شاہ بطور مہمان خصوصی تشریف لائے تھے۔ صوبائی ناظم اعلیٰ مفتی محمد اقبال چشتی بھی انگلینڈ کے دورے کے بعد اس تقریب میں کارکنوں کے حوصلے بلند کرنے کے لئے تشریف فرما تھے۔ قاری نذیر احمد قادری نقابت کے فرائض سرانجام دے رہے تھے۔ کانفرنس کے روح رواں جماعت اہلسنت ضلع لاہور کے ناظم اعلیٰ مولانا محمد سلیم ہمدمی کی پرخلوص محنت پریس کلب کے کھچا کھچ بھرے ہوئے ہال سے نمایاں ہو رہی تھی۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

مولانا محمد سلیم ہمدمی ناظم اعلیٰ جماعت اہل سنت ضلع لاہور:

نے مرکزی، صوبائی، ڈویژنل اور ضلعی کارکنان وار اکین جماعت اہل سنت کو خراج تحسین پیش کی خصوصاً مرکزی ناظم اعلیٰ پیر سید ریاض حسین شاہ کی قابل قدر خدمات کو سراہتے ہوئے کہا کہ پاکستان کی 61 سالہ حیات اپنوں کے تیر ستم سے مجروح اور اغیار کے ترک تازیوں کا نشانہ رہی ہے۔ ہمارے دشمن ہمیں مٹانے کے لئے سر دھڑ کی بازی لگائے ہوئے ہیں۔ اس وقت پاکستان بجلیوں کی زد میں ہے۔ اندرونی طور پر جمہوریت کے اس نئے سفر میں تاج لرزتے اور تخت ڈولتے دکھائی دے رہے ہیں۔ سیاسی اور مذہبی حقوق پامال ہو رہے ہیں۔ مہنگائی اور بے روزگاری کی وجہ سے مائیں اپنی اولاد فروخت کرنے پر مجبور ہیں۔ ان حالات میں جماعت اہل سنت ضلع لاہور نے ''پاکستان بچاؤ کانفرنس'' کے ذریعے پاکستان کے علماء و دانشور اور زعمائے ملت کے افکار و نظریات پیش کرنے کا اہتمام کیا ہے تا کہ ملک کی ڈوبتی ہوئی ناؤ کنارے لگانے میں ہم اپنا فریضہ ادا کر سکیں۔

پروفیسر محمد عبدالعزیز نیازی امیر جماعت اہل سنت لاہور ڈویژن:

نے کہا کہ 10 لاکھ مسلمانوں نے جام شہادت نوش کیا تو پاکستان معرض وجود میں آیا۔ قیام پاکستان کے وقت ایک مغربی اخبار نے لکھا تھا کہ بھارت کا مستقبل مخدوش ہے کیونکہ اس میں بہت سے کلچر، اور بہت سی زبانیں ہیں لیکن پاکستان کا مستقبل روشن ہے کہ دینِ اسلام نے تمام پاکستانیوں کو یکجا کر دیا ہے۔ لیکن افسوس کہ 40 سال کے بعد حالات اس کے برعکس ثابت ہوئے۔ بھارت تو ایک طاقت بن گیا جبکہ

پاکستان کے دوٹکڑے ہوگئے۔ پروفیسر صاحب نے گہرے دکھ کا اظہار کرتے ہوئے ایک نکتہ کی طرف اشارہ کیا کہ کوریا کے جب دوٹکڑے ہوئے تو شمالی کوریا اور جنوبی کوریا کے الفاظ سے کوریا کا نام زندہ رکھا گیا لیکن افسوس کہ مشرقی پاکستان جب علیحدہ ہوا تو پاکستان کا لفظ ہی کاٹ دیا گیا اور بنگلہ دیش نام رکھ دیا گیا کاش کہ پاکستان کا نام قائم رکھا جاتا۔ قائداعظم نے اسلامیہ کالج پشاور میں ایک اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے کہا تھا کہ

دولت چلی گئی تو سمجھیں کہ کچھ نہیں گیا — Wealth is gone nothing is gone

صحت چلی گئی تو سمجھیں کہ کچھ چلا گیا — Health is gone something is gone

اور اگر کردار چلا گیا تو سمجھیں کہ سب کچھ چلا گیا — character is gone everything is gone

محمد نواز کھرل مرکزی ناظم اطلاعات

نے جماعت اہلسنت ضلع لاہور کی قیادت کو اس کانفرنس کے بروقت انعقاد پر مبارکباد پیش کرتے ہوئے کہا کہ یہ کانفرنس ثابت کر رہی ہے کہ پاکستان بنانے والے مشائخ کے فکری وارث ہی اس ملک کو بچائیں گے۔ قیام پاکستان سے لے کر آج تک صرف مخصوص 40 خاندانوں کا اس ملک پر قبضہ رہا ہے اور افسوس کہ پاکستان کو دوٹکڑے کرنے والے کو بھی پرچم میں لپیٹ کر سپرد خاک کیا گیا۔ انہوں نے دکھ بھرے لہجے میں کہا کہ غریب آدمی کو چھوٹے سے جرم پر قید کر دینا اور بڑے بڑے سیاستدانوں کے مقدمات فی الفور ختم کر دینا، ملک کی بنیادوں کو کھوکھلا کرنے کے مترادف ہے۔ مرکزی سیکرٹری اطلاعات نے کہا کہ جماعت اہل سنت تشدد اور غنڈہ گردی پر یقین نہیں رکھتی، خود کش حملوں کی اسلام میں کوئی گنجائش نہیں۔ انتہا پسندانہ حرکتوں سے اسلام بدنام ہو رہا ہے۔ انہوں نے مطالبہ کیا کہ مخصوص مکتبہ فکر کی سر گرمیوں پر کڑی نگاہ رکھی جائے اور پاکستان کو دل سے تسلیم نہ کرنے والے عناصر کو حکومتی اتحاد سے نکالا جائے۔

مفتی محمد اقبال چشتی ناظم اعلیٰ جماعت اہل سنت صوبہ پنجاب:

جماعت اہلسنت ضلع لاہور کی قیادت کو مبارکباد دیتے ہوئے عالم اسلام کے معروف خطیب نے کہا کہ صرف جماعت اہلسنت کے کارکن ہی فخر کر سکتے ہیں کہ ہمارے اکابر میں سے کوئی ایک بھی پاکستان بنانے کا مخالف نہ تھا۔ لیکن ظلم در ظلم کہ جو لوگ مخالف تھے انہیں ہیرو بنا دیا گیا۔ ملکِ عزیز میں نظام مصطفےٰ کے نفاذ کے متعلق بات کرتے ہوئے کہا کہ جو لوگ سرزمین پاکستان کو نظامِ مصطفےٰ ﷺ سے خالی کرنا چاہتے ہیں انہیں سوچنا چاہئے کہ مفکر پاکستان علامہ اقبال اور بانی پاکستان قائداعظم محمد علی جناح دونوں کا نظریہ اسلام پر مبنی تھا۔ پیر سید جماعت علی شاہ نے قائداعظم کو تسبیح، مصلےٰ اور قرآن پاک کا تحفہ بھیجا تھا کہ ہماری اصل یہی ہے۔ مفتی محمد اقبال چشتی نے ملک پاکستان کے اندرونی حالات کے متعلق بات کرتے ہوئے کہا کہ ملکِ عزیز میں فساد کرنے والوں میں کوئی سنی نہیں ہے پاکستان ہمارا گھر ہے اور اپنے گھر کو کوئی آگ نہیں لگاتا۔

مفتی صاحب کے بعد سٹیج سیکرٹری نے جماعت اہلسنت کے مرکزی ناظم اعلیٰ مفکر اسلام مفسر قرآن پیر سید ریاض حسین شاہ کو دعوت خطاب دی تو ہال میں موجود سب لوگوں نے کھڑے ہو کر اور نعرہ تکبیر و رسالت بلند کرتے ہوئے اپنے قائد کا استقبال کیا۔

پیر سید ریاض حسین شاہ مرکزی ناظم اعلیٰ جماعت اہل سنت پاکستان:

مرکزی ناظم اعلیٰ نے اپنے فکر رسا اور پر مغز خطاب میں ضلع لاہور کی قیادت کو اس انتہائی حساس عنوان پر سیمینار منعقد کرنے پر مبارکباد پیش کرتے ہوئے کہا کہ جماعت اہلسنت غیر سیاسی جماعت ہے لیکن ملک پاکستان کے وفادار شہری ہونے کے ناتے ہمارا فرض ہے کہ اس کی بقا اور اس کی ترقی کے لئے سوچیں۔ ہماری باتوں کا کوئی سیاسی منظر نامہ نہیں اور نہ ہی کوئی سیاسی خواہش ہے انہوں نے کہا کہ سیاسی، عمرانی ، معاشی اور معاشرتی لحاظ سے ہم بکھرے ہوئے ہیں ایک قوم محسوس نہیں ہوتے اور ان حالات میں مغربی دنیا ہمیں تر نوالہ سمجھتی ہے۔ کیا ہمارے سیاستدان، زعما اور دانشور جواب دے سکتے ہیں کہ ہم جو نسل اپنے ملک کے اندر پیدا کر رہے ہیں کیا وہ پاکستانی ہے؟ ہمارا نظام تعلیم انحطاط کا شکار ہے۔ ہم امریکی قوم پیدا کر رہے ہیں۔ انھوں نے کہا کہ ہمیں اپنے افکار، سوچوں اور تربیتی نظام کا رخ مدینہ کی طرف پھیرنا ہوگا ورنہ ترقی ممکن نہیں ہو سکتی، ہم نے قائداعظم کی فکری بنیادوں سے غداری کی ہے۔ تحریک پاکستان کے کروڑوں کارکنوں سے بے وفائی کی ہے۔ امت مسلمہ کو اپنی فکری بنیادیں فراموش نہیں کرنا چاہئے۔ مفکر اسلام نے پاکستان کے شہریوں کو ہمت و حوصلہ دیتے ہوئے کہا کہ پاکستانی

شہر یو! جانیں دے دو لیکن مصطفےٰ کریم کا جھنڈا سرنگوں نہ ہونے دو ۔ انہوں نے کہا کہ پاکستان کی اسٹیبلشمنٹ (establishment) نالائق ہے ورنہ مشرقی پاکستان جدا نہ ہوتا، افسوس کہ ہمارے ملک میں میٹرک پاس لوگ پالیسیاں بناتے ہیں۔ حالیہ ملکی حالات پر گفتگو کرتے ہوئے مرکزی ناظم اعلیٰ نے کہا کہ کراچی خطرناک بھیڑیوں کے ہاتھوں میں آ گیا ہے۔ قبائل، سرحد اور بلوچستان دہشت گردوں کا تر نوالہ بن چکا ہے، معاشی لحاظ سے ہمارا دیوالیہ ہو چکا ہے۔ لوگوں کی قوت خرید ختم ہو چکی ہے۔ Big Marketes (بڑے سٹور) بنا کر پاکستانی تاجر کو نا کام بنایا جا رہا ہے۔ خفیہ ہاتھ مذہبی جماعتوں کو استعمال کر رہے ہیں۔ پیر سید ریاض حسین شاہ نے اپنی قوم کو پیغام دیتے ہوئے کہا کہ ملک کا ہر شہری اپنے وطن کی خاطر محنت کرے اپنی فیکٹریاں آباد کریں اور اگر صرف ایک وقت کی روٹی بھی کھانا پڑے تو برداشت کریں اور اپنے وطن کی عظمت کا جھنڈا بلند سے بلند کریں۔ عالم اسلام کا حوصلہ بلند کرتے ہوئے مفکر اسلام نے کہا کہ مسلمانو! تمہیں امریکہ کا کوئی بم تباہ نہیں کر سکتا کیونکہ تمہاری مدد مدینہ سے آتی ہے۔ ہمیں سیسہ پلائی دیوار بن کر اپنے ملک کی حفاظت کرنی چاہئے۔ انہوں نے افسوس کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ ہمارے سیاستدان اسلامی بات کرتے ہوئے شرماتے ہیں کہ کہیں امریکہ ناراض نہ ہو جائے، حالانکہ امریکہ خود اندرونی مسائل کا شکار ہے وہ اپنے مسائل بھی حل نہیں کر سکا۔ مرکزی ناظم اعلیٰ نے سابق صدر پرویز مشرف کے ساتھ جماعت کے ایک وفد کی ملاقات کا حوالہ دیتے ہوئے کہا کہ میں نے صدر صاحب سے کہا کہ کچھ لوگ ہماری مساجد پر قبضہ کر رہے ہیں تو صدر نے کہا کہ آپ لوگ (کثرت) Majority میں ہو آپ بھی ان پر حملہ کریں تو میں نے اس وقت کہا تھا کہ صدر صاحب! پاکستان کے جھنڈے تلے ایسی باتیں آپ کو زیب نہیں دیتی، لڑاؤ اور حکومت کرو کی پالیسی ٹھیک نہیں ہوتی۔

اپنے خطاب کے آخر میں مرکزی ناظم اعلیٰ نے پاکستانی قوم کو پیغام ہمت اور درسِ ہدایت دیتے ہوئے کہا کہ مسلمانو! کم ہمت نہ ہو بلکہ مدینہ کی طرف رخ کر کے کہو کہ یا رسول اللہ! (ﷺ) ہم آپ کو اور اپنے وطن کو نہیں چھوڑ سکتے۔ منافقت ختم کر کے، اخلاص پیدا کر کے، خدا کا بندہ، حضور کا غلام اور پاکستان کا شہری بن کر زندہ رہیں۔ اللہ میرے وطن کو قائم رکھے۔ آمین

مرکزی ناظم اعلیٰ کے خصوصی اور مرکزی خطاب کے بعد تقریب کے صدر جماعت اہل سنت ضلع لاہور کے امیر پیر سید شمس الدین بخاری نے اپنے صدارتی خطبہ میں تمام شرکاء خصوصاً مفکر اسلام پیر سید ریاض حسین شاہ، مفتی محمد اقبال چشتی، پروفیسر محمد عبدالعزیز نیازی، میاں حنفی سیفی و دیگر علماء و مشائخ ضلع لاہور کے اراکین تمام ذیلی تنظیموں، کارکنان اور تمام حاضرین کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا کہ ہمارے قائد پیر سید ریاض حسین شاہ نے ہمیں جو پیغام دیا ہے ہمارے قلوب و اذہان اسے قبول کرتے ہیں انہوں نے اس کانفرنس کے انعقاد، انتظام، و انصرام اور دیگر معاملات میں ضلعی ناظم اعلیٰ مولانا محمد سلیم ہمدمی کی خدمات کو سراہا اور انہیں کانفرنس کی کامیابی پر خصوصی مبارکباد پیش کی۔ انہوں نے کہا کہ ہمارا وجود حضور کی محبت سے قائم ہے اور حضور سے محبت کرنے والے صرف اہل سنت ہیں لہٰذا اہل سنت کی بدولت ہی پاکستان قائم رہے گا۔

آخر میں معروف روحانی شخصیت میاں محمد حنفی سیفی کی دعا سے اس پر مغز کانفرنس کا اختتام ہوا اور لوگ اپنے دلوں میں اپنے اللہ، اپنے رسول اور اپنے وطن کی محبت کا پاکیزہ درس لے کر گھروں کو روانہ ہوئے۔

☆☆☆

پاکستان بچاؤ کانفرنس

ڈاکٹر منظور حسین اختر